بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کا سہ ماہی علمی و فکری مجلہ

الشریعہ
گوجرانوالہ

جلد : ۹

شمارہ : ۱

جنوری ۱۹۹۸ء

امریکہ اور عالم اسلام

زیر سرپرستی

مولانا محمد سرفراز خان صفدر

مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی

رئیس التحریر

ابو عمار زاہد الراشدی

مدیر

حافظ محمد عمار خان ناصر

مدیر معاون

ناصر الدین خان عامر

قیمت فی پرچہ ۲۵ روپے، سالانہ ۱۰۰ روپے

بیرونی ممالک : سالانہ پندرہ امریکی ڈالر

○ ترسیل زر کے لیے ○

"الشریعہ" اکاؤنٹ نمبر ۱۳۶۰

حبیب بینک لمیٹڈ، بازار تھانے والا گوجرانوالہ

منیجر "الشریعہ" جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ

ناشر : حافظ عبد المتین خان زاہد

طابع : مسعود اختر پرنٹرز، میکلوڈ روڈ لاہور

کمپوزنگ : الشریعہ کمپوزرز، گوجرانوالہ

خط و کتابت کیلئے

الشریعہ اکادمی مرکزی جامع مسجد (پوسٹ بکس ۳۳۱) گوجرانوالہ۔ فون ۲۱۹۲۹۳-۰۴۳۱

E-Mail : afayaz@paknet1.ptc.pk

فہرست مضامین

کلمہ حق	رئیس التحریر	۳
اسلام اور طاغوتی طاقتیں	حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر	۶
امریکہ اور اسرائیل	حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی	۱۵
عالم اسلام کے خلاف مغرب کی یلغار	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۷
جدید عالمی نظام کے لیے امریکی لائحہ عمل	ڈاکٹر نور محمد غفاری	۲۷
مغرب اور اسلام	ارشاد احمد حقانی	۳۵
امریکہ کا عالمی تسلط اور مسلمان	خورشید احمد ندیم	۴۱
دوسری سرد جنگ جاری ہے	رسول بخش پلیجو	۴۶
استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم	جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ	۵۱
کھلا اعلان جنگ	اسد اللہ غالب	۵۶
پاکستان کو عیسائی ریاست بنانے کا منصوبہ	انوار حسین ہاشمی	۵۹
امریکہ بہادر اور اخلاقی تقاضے	ابو عمار زاہد الراشدی	۶۶
اسامہ بن لادن	ابو عمار زاہد الراشدی	۷۲
مسلمان اور مغربی میڈیا	جارج اشتون	۷۶
دہشت گرد کون؟	سعد قاسم	۷۹
امریکہ اور وسطی ایشیا		۸۲
اخباری رپورٹیں		۸۵
تعارف و تبصرہ		۹۰

کلمہ حق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رئیس التحریر

عالم اسلام کے دینی حلقے اور امریکہ بہادر

"امریکہ اور عالم اسلام" کے عنوان سے الشریعہ کی اشاعت پیش خدمت ہے۔ اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ان مختصر صفحات میں ممکن نہیں ہے تاہم ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ عالم اسلام کے دینی حلقوں اور امریکہ کے درمیان دن بدن واضح تر ہونے والی فکری اور تہذیبی کشمکش کا اصل منظر قارئین کے سامنے آجائے اور اس کشمکش میں دینی حلقوں کی پوزیشن اور موقف کا اندازہ ہو جائے۔ افغانستان میں سوویت یونین کی شکست کے بعد جہاں سوویت یونین کی عظیم قوت بکھری ہے اور مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا کی ریاستیں آزاد ہوئی ہیں، وہاں عالمی سطح پر طاقت کا توازن بھی ختم ہو کر رہ گیا ہے اور اس کے بعد سے امریکہ "انا ولا غیری" کے نعرہ کے ساتھ دنیا کی تنہا چودھراہٹ کو مستحکم کرنے کے لیے مسلسل اقدامات کر رہا ہے۔ لیکن اس کے دل میں یہ خوف بھی بیٹھا ہوا ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے اور جلد یا بدیر کسی نہ کسی طاقت کو اس کے مقابل آنا ہے اس لیے وہ مستقبل میں سامنے آنے کی صلاحیت رکھنے والی قوتوں کا اندازہ کر کے ان سے نمٹنے کی منصوبہ بندی میں مصروف ہے۔

امریکی دانش وروں کا خیال ہے کہ چین مستقبل قریب میں سامنے آسکتا ہے اور اگر ریاستہائے متحدہ یورپ کا خواب اپنی تعبیر سے عملی طور پر بہرہ ور ہو جاتا ہے اور اس کی قیادت جرمنی یا فرانس کے ہاتھ آجاتی ہے تو یہ بھی اس کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ لیکن ان دونوں سے زیادہ خطرناک عالم اسلام ہے جو اگرچہ منتشر ہے، جدید ٹیکنالوجی اور ایٹمی قوت سے محروم ہے اور نظریاتی قیادت سے بے بہرہ ہے لیکن مراکش سے انڈونیشیا تک مسلسل آبادی رکھنے والی اس قوت کو اگر نظریاتی قیادت مل جاتی ہے اور وہ مغربی ثقافت کے فریب کا جال توڑ کر اپنے ماضی کی طرف واپس پلٹ جاتی ہے تو اسے اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی تلافی کرنے کے لیے چند سالوں سے زیادہ کا عرصہ درکار نہیں ہوگا اور اسے دنیا کی قیادت سنبھالنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ امریکہ کے دانش وروں کو یہ بھی نظر آرہا ہے کہ

مسلم ممالک میں مغرب پرست حکمران گروہوں کی پیدا کردہ تمام تر رکاوٹوں کے باوجود اسلامی تحریکات کا دائرہ دن بدن پھیلتا جا رہا ہے اور ان کے جوش وجذبہ، صلاحیت کار اور دائرہ عمل میں وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ مغربی لابیوں نے مسلم ممالک میں اسلام اور مغربی تہذیب کو گڈمڈ کر کے اسلام کا نیا ایڈیشن پیش کرنے کے لیے دو نمبر کی جو فکری قیادتیں کھڑی کی تھیں، ان کا طلسم بھی ٹوٹ رہا ہے اور ملت اسلامیہ اصلی، خالص اور پرانے اسلام کی طرف واپس لوٹ رہی ہے۔ اس لیے آج عالم اسلام کے دینی حلقے اور مدارس ومراکز امریکہ کے نزدیک دشمنوں کی فہرست میں پہلے نمبر پر آچکے ہیں اور وہ دنیا کے کسی بھی مسلم ملک میں "خالص اسلام" کے عملی نفاذ کو روکنے اور اس کے علمبرداروں کو منتشر کرنے اور غیر موثر بنانے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر رہا ہے جبکہ "دہشت گردی" اور "بنیاد پرستی" کے عنوان سے دینی حلقوں کی کردار کشی کے لیے بیشتر عالمی ذرائع ابلاغ وقف ہو کر رہ گئے ہیں۔

امریکہ نے عالم اسلام میں ان "خطرات" سے نمٹنے کے لیے ۱۹۹۱ء میں ہی منصوبہ بندی کر لی تھی جس کی تفصیلات اسی شمارہ میں ڈاکٹر نور محمد صاحب غفاری (ایم' این' اے) کے مضمون میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ قارئین سے اسے بطور خاص ملاحظہ کرنے کی گزارش ہے۔ کیونکہ امریکہ نے اپنی ترجیحات اور حکمت عملی اس میں بالکل واضح کر دی ہے اور اس کے بعد اس سلسلہ میں کوئی ابہام باقی نہیں رہ جاتا کہ "اسلام" کا راستہ روکنے کے لیے امریکہ کے عزائم اور پروگرام کیا ہے؟ دینی حلقوں، مراکز ومدارس، جماعتوں اور شخصیات کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عالمی کشمکش کی موجودہ صورت حال کا صحیح ادراک حاصل کریں اور اپنی ترجیحات اور طرز عمل پر نظر ثانی کر کے حوصلہ، تدبر اور منصوبہ بندی کے ساتھ یہ جنگ لڑیں۔ جب جنگ سر پر آہی پڑی ہے اور اسے لڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے تو بے دلی اور تذبذب کے ساتھ لڑنے کا فائدہ؟

جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ کو مبارک باد

حکمران پارٹی نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کے انتخاب کے لیے سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج چودھری محمد رفیق تارڑ کو اپنا امیدوار نامزد کیا ہے اور قائم مقام چیف الیکشن کمشنر کی طرف سے ان کے کاغذات نامزدگی مسترد کیے جانے کے فیصلے کو معطل کر کے لاہور

ہائی کورٹ نے انہیں انتخاب میں حصہ لینے کی اجازت دے دی ہے جبکہ انتخاب ۳۱ دسمبر ۹۷ء کو ہو رہا ہے اور امید ہے کہ ان سطور کی اشاعت تک جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر منتخب ہو کر اپنے منصب کا حلف اٹھا چکے ہوں گے۔

جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ کا تعلق گکھڑ ضلع گوجرانوالہ سے ہے اور وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے قریبی ساتھیوں اور عقیدت مندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ موصوف ایک بااصول' دیانت دار' دیندار اور باکردار شخصیت کے حامل ہیں اور ان جیسے خدا پرست اور محب وطن شخص کا سربراہ مملکت بننا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لیے بلاشبہ نیک فال کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم چودھری صاحب موصوف کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت انہیں نظر بد سے بچائیں' اپنی حفظ وامان میں رکھیں۔ دین' قوم اور ملک کی بہتر خدمت کے مواقع اور توفیق نصیب فرمائیں اور عالم اسلام کے دینی حلقوں کی امیدوں پر پورا اترنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی

کے درسی افادات پر مشتمل

علم حدیث کا عظیم ذخیرہ

سنن ابن ماجہ

(مع اردو ترجمہ وشرح)

صفحات: ۸۸۰

قیمت: ۲۳۵ روپے

شمائل ترمذی (جلد اول)

(مع اردو ترجمہ وشرح)

صفحات: ۵۰۸

قیمت: ۱۳۰ روپے

ناشر: مکتبہ دروس القرآن' محلہ فاروق گنج' گوجرانوالہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

اسلام اور طاغوتی طاقتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

سب سے پہلے پختہ یقین کے ساتھ دل میں یہ بات رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن ورحیم اور علیم وخبیر ہے۔ اس کی بے حد اور بے حساب رحمت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس نے اپنی رحمت کے سو حصے بنائے ہیں۔ صرف ایک ہی حصہ اس نے تمام مخلوق میں تقسیم کیا ہے جس میں انس وجن اور دیگر ہر قسم کی مخلوق شامل ہے۔ اس تقسیم شدہ رحمت کا اندازہ لگائیں کہ ماں باپ کی اولاد سے اور نیک فطرت اور وفا شعار اولاد کی والدین کے ساتھ اور بہن بھائیوں اور دیگر اعزہ واقارب کی آپس میں کیسی اور کتنی محبت ہوتی ہے کہ بسا اوقات ایک دوسرے پر جان بھی قربان کر دیتے ہیں اور اس محبت کا حیوانات میں بھی' جو غیر ذوی العقول مخلوق ہے' بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور ننانوے حصے رحمت کے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں جن کا ظہور قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ صحیح حدیث (بخاری ج ۲ ص ۸۸۷۔ مسلم ج ۲ ص ۳۵۶۔ مشکوۃ ج ۱ ص ۲۰۷) میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وسیع اور بے پایاں رحمت کو سمجھنے کے لیے بطور مثال کے یہ حدیث عقلمندوں کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ورحمتی وسعت کل شیء (قرآن کریم) اور حدیث شریف (بخاری ج ۱ ص ۴۵۳) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث قدسی مروی ہے جو عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ نے درج کی ہے ان رحمتی غلبت غضبی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور اس کا علیم وخبیر ہونا اس سے عیاں ہے کہ آسمان وزمین اور کل مخلوقات کا کوئی ذرا اس کے علم سے خارج نہیں ہے اور وھو بکل شیء علیم صرف اسی کی صفت ہے اور انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا اسی کی شان ہے' اس وصف میں مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں' نہ ذاتی طور پر اور نہ عطائی لحاظ سے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفات مختصہ ہیں۔

رحمٰن وعلیم کا مسلمانوں کو حکم

جب یہ بات مبرہن ہو گئی کہ رحمٰن بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے، علیم و خبیر بھی وہی ہے تو اس کا جو حکم ہو گا، وہ حق اور صحیح ہو گا کیونکہ رحمٰن کا کوئی بھی فرمان ظلم نہیں ہو سکتا اور نتائج و عواقب کو بھی وہی جانتا ہے اس لیے کسی حکم میں نقص اور لاعلمی نہیں ہو سکتی اور نہ اس کا کوئی حکم جابرانہ، ظالمانہ اور وحشیانہ ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مومنوں کو خطاب ہے: یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین (پ ۶، المائدہ ۸)

"اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست۔ وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے۔ اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو"

اس واضح ارشاد سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ سے (بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ اس سے اگلے رکوع میں والکفار اولیاء کے الفاظ بھی موجود ہیں) دوستانہ تعلقات قائم کریں اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے نصرت و امداد کے طالب ہوں۔ باقی مروت و حسن سلوک، رواداری اور ظاہری خوش خلقی کا معاملہ ان کفار سے جائز ہے جو مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں جیسا کہ سورت ممتحنہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور صلح و عہد اور صوری موالات حسب قواعد شرعیہ اپنے اپنے موقع پر جملہ کفار سے درست اور صحیح ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا (الآیہ) (پ ۶، المائدہ ۱۱) "البتہ تو ضرور پائے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہود کو اور مشرکوں کو"

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی اور عداوت یہود کی ہے اور ان لوگوں کی جو شرک میں مبتلا ہیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، صدیوں سے اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ عہد شکنی اور اہل اسلام کو ڈنگ مارنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ اختیاری اور غیر اختیاری ہر طور پر وہ اہل اسلام کی نیش زنی سے باز نہیں آتے جیسا کہ بچھو کی فطرت ڈنگ مارنا ہے۔ وہ بلا کسی تمیز کے ہر ایک کو ڈنگ مارتا رہتا ہے، اسی طرح ان کا

بھی یہی حال ہے۔ ایک موقع پر بچھو نے آنحضرت ﷺ کو ڈنگ مارا تو آپ نے فرمایا کہ

لعن اللہ تعالی العقرب ما تدع نبیا ولا غیرہ الا لدغتھم (رواہ البیھقی عن علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ قال الشیخ حدیث حسن لغیرہ۔ السراج المنیر ج ۳ ص ۱۹۶) "اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے جو نہ تو کسی نبی کو ڈنگ مارے بغیر چھوڑتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور کو"

بچھو ملعون کی طرح یہود بھی ایک ملعون فرقہ ہے جس نے اپنے اپنے دور میں متعدد حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو شہید کیا اور آنحضرت ﷺ کو زہر خورانی اور جادو وغیرہ کے ذریعہ شہید کرنے کی کوششیں کیں اور اپنی عہد شکنی کی وجہ سے مدینہ طیبہ سے بسوئے خیبر (جو مدینہ طیبہ سے شام کی سمت پر دو سو میل دور ہے) جلاوطن کیے گئے۔ پھر باوجود وفاداری کے وعدہ کے حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ کو' جبکہ وہ خیبر میں ان کے مہمان تھے' مکان کی چھت سے نیچے گرا دیا جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ اور پاؤں ٹیڑھے ہو گئے (بخاری ج ا ص ۳۷۷) یہود کی ایسی خباثتوں اور شرارتوں کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کو عرب کی حدود سے تیماء اور اریحاء کی طرف جلا وطن کیا (بخاری ج ا ص ۳۱۵) اور آنحضرت ﷺ کے اس حکم اور ارشاد پر عمل کیا جس کے راوی خود حضرت عمرؓ ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لئن عشت لاخرجن الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب حتی لا اترک فیھا الا مسلما (مسلم ج ۲ ص ۹۴ وترمذی ج ا ص ۱۹۴ وقال ہذا حدیث حسن صحیح وسنن الکبریٰ ج ۹ ص ۲۰۷ وکنز العمال ج ۴ ص ۵۰۶) "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو ضرور میں یہود اور نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکال دوں گا یہاں تک کہ عرب کے جزیرہ میں بغیر مسلمانوں کے اور کسی کو نہیں چھوڑوں گا"

آنحضرت ﷺ نے تو یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کا عزم مصمم کر رکھا تھا مگر سعودی حکومت پر ہزار افسوس ہے کہ شہزادوں نے موہوم خطرہ اور اپنے ذاتی دفاع کے لیے امریکہ کی فوجیں عرب کی سرزمین میں داخل کی ہیں اور اخبارات کے بیان کے مطابق ان کے تمام حلال وحرام اور جائز ،ناجائز مصارف بھی سعودی حکومت ہی برداشت کرتی ہے فالی اللہ المشتکی

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے

نام نہاد مسلمانوں کے اقتدار' امارت' وزارت اور کرسی کو تو خطرہ ہے اور ہو سکتا ہے اسی لیے تمام مسلمان ملکوں کے سربراہ امریکہ وغیرہ اپنے آقاؤں کی خوشنودی میں محو ہیں اور اپنی اپنی رعایا کو ترقی کی لوریاں دے رہے ہیں اور خوشیوں کے گیت سناتے رہتے ہیں اور جب بھی عوام اسلام کی آزادی کے نعرے بلند کرتے ہیں تو چمک اور خوف کے جادو سے وہ انہیں ناکام بنا دیتے ہیں

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

مگر اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ ہمارا یقین قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (پ ۲۹' سورۃ الصف ا) "اور اللہ تعالیٰ اپنے نور (ایمان' شریعت اسلام اور دین) کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں"

یعنی مشرک اور کافر قومیں اپنا جتنا بھی زور صرف کریں اور اپنی مادی قوت اور سائنسی ایجادات واختراعات سے عوام کو محو حیرت کر دیں لیکن سب کچھ کرنے کے باوجود بھی مذہب اسلام کو ہرگز ہرگز نہیں مٹا سکتے ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ کے قطعی ارشاد کو کون ٹال سکتا ہے؟ اور وہ کب ٹلتا ہے؟

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مسلمان من حیث القوم بفضلہ تعالیٰ نہ تو قحط سالی اور غرقابی وغیرہ کسی آسمانی آفت سے ختم ہوں گے اور نہ کافر اور مشرک قومیں انہیں ختم کر سکتی ہیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ الاسلام یزید ولا ینقص (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۳۴۵ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح) کہ اسلام بڑھے گا اور گھٹے گا نہیں۔

مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی سے شمال کی طرف ایک چھوٹی سی مسجد ہے' اس کو مسجد بنی

معاویہ بھی کہتے ہیں کہ اس قبیلہ کے محلہ میں وہ واقع ہے اور مسجد اجابہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس جگہ آنحضرت ﷺ کی تین دعاؤں میں سے دو قبول ہوئی تھیں اور اجابت کے معنی قبولیت کے ہیں۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ "بے شک آنحضرت ﷺ ایک دن عالیہ (مدینہ طیبہ سے باہر ایک اونچی آبادی) کی طرف سے (مدینہ منورہ کی طرف) متوجہ ہوئے اور مسجد بنو معاویہ کے پاس سے گزرنے لگے تو آپ اس مسجد میں داخل ہوئے اور آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر آپ نے لمبی دعا کی' پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں' دو اس نے مجھے دے دیں اور تیسری نہ دی۔ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میری ساری امت قحط سالی میں ہلاک نہ ہو جائے' سو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میں نے اپنے رب سے یہ مانگا کہ میری ساری امت غرقاب نہ ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور میں نے اپنے رب سے یہ اپیل کی کہ میری امت آپس میں نہ لڑے' تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول نہ فرمائی" (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰)

مسلم کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ ساری امت مرحومہ کسی آسمانی آفت مثلاً" قحط سالی اور غرقابی (وغیرہ) کی وجہ سے ہرگز ہلاک نہ ہوگی۔ جس طرح کسی آسمانی آفت سے یہ امت تباہ اور فنا نہیں ہو سکتی' اسی طرح ساری دنیا کے کافر بھی اسے نیست ونابود نہیں کر سکتے۔

حضرت خباب بن الارتؓ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ بڑی لمبی نماز پڑھی۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسی لمبی نماز پڑھی ہے جو پہلے آپ نے نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ شوق اور ڈر کی نماز تھی۔ میں نے اس نماز میں اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگیں۔ اس نے مجھے دو دے دیں اور تیسری نہ دی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت قحط سالی میں ہلاک نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا کہ میری امت پر مخالف دشمن نہ مسلط ہو جائیں' اللہ تعالیٰ نے یہ بھی منظور فرمالی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ میری امت آپس میں نہ لڑے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا منظور نہ فرمائی" (ہذا حدیث حسن صحیح' ترمذی ج ۲ ص ۴۰)

یہ روایت بھی اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل ظاہر ہے کہ کافر قومیں مسلمانوں کے

وجود کو ختم نہیں کر سکتیں۔

اور حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ (کشفی طور پر یا خواب میں) میرے لیے زمین سمیٹی گئی اور میں نے زمین کے مشرقی اور مغربی اطراف کو دیکھا اور بے شک میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جو جو زمین کا حصہ میرے سامنے سمیٹا گیا اور مجھے دونوں خزانے سرخ اور سفید (قیصر روم کا علاقہ جس کا سکہ سونے کا ہوتا تھا جو سرخ ہوتا ہے اور فارس کے کسریٰ کا ملک جس کا سکہ چاندی کا ہوتا تھا جو سفید ہوتی ہے) اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت کسی عام قحط سالی میں ہلاک نہ ہو جائے اور یہ کہ اس پر اس کے علاوہ کافر دشمن نہ مسلط ہو جائیں جو ان کی کھوپڑیوں کو اڑانا حلال سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (ﷺ) میں جب کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو اس کو رد نہیں کیا جا سکتا اور میں نے تیری امت کے لیے یہ منظور کر لیا ہے کہ اس کو قحط سالی میں ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر ان کے سوا (کافر) دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی کھوپڑیوں کو اڑانا حلال سمجھے یہاں تک کہ اگر زمین کے تمام اطراف کے کافر بھی جمع ہو جائیں تو تیری امت کے سروں کو نہیں ختم کر سکتے۔ ہاں امت آپس میں بعض بعض کو ہلاک کرتی اور بعض بعض کو قیدی بناتی رہے گی۔" (ہٰذا حدیث حسن صحیح' ترمذی ج ۲ ص ۴۰)

ان صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے کافر جمع ہو کر بھی مسلمانوں کا وجود ختم نہیں کر سکتے اور تاریخی طور پر عیسائیوں کی برپا کی ہوئی صلیبی جنگیں اس کا ناطق ثبوت ہیں کہ پوری عیسائی دنیا مسلمانوں کو فنا کرنے کا منحوس ارادہ لے کر اٹھی تھی مگر مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ اگر یہودیوں' عیسائیوں اور دیگر کافر قوموں کا یہ خیال ہو کہ اسلام کو دنیا سے مٹایا جا سکتا ہے یا مسلمانوں کا وجود ختم کیا جا سکتا ہے تو یہ ان کا باطل وہم ہے۔

ع این خیال است و محال است و جنوں

بارہا وہ ایسے کارنامے کر چکے ہیں اور اب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ منہ کی کھائیں گے کیونکہ جو قوم موت کو حیات ابدی سمجھتی ہے اس کو شہادت سے کیا خوف ہے؟ ؎

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

طریقہ واردات

مسلمانوں کو اسلام سے ہٹا کر مرتد بنانے کے کافروں کے مختلف طریقے ہیں اور مرکزی

نکتہ ان کو زر، زن اور زمین کا لالچ دینا ہے۔ کبھی ملازمت دینے دلوانے کی شکل میں، کبھی تعلیم کا لالچ دینے کی اور کبھی مفت علاج ومعالجہ کرنے کی صورت میں جیسا کہ عیسائی مشنریوں کا مختلف ممالک میں یہ طریقہ ہے اور کبھی حسن وجمال کے جال میں پھنسا کر مرتد بناتے ہیں اور ان امور میں یہودی خفیہ اور مالی طور پر اور عیسائی کھلے بندوں خدمت انسانی کے جذبے کے دھوکہ سے عوام کو بہکاتے ہیں اور کچے عقیدہ کے کلمہ گو لالچ میں آکر ان کے ہمنوا ہو کر ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے ہر بچے اور پکے مسلمان کو ان دشمنان اسلام کے دام سے بچائے اور ہر ایک مسلمان مرد وزن کو اخلاص کے ساتھ یہ دعا پڑھنی چاہئے: اللھم ثبت قلبی علی دینک یعنی "اے میرے اللہ! میرے دل کو اپنے سچے دین پر قائم رکھ"

اور ان باطل قوتوں کا مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں برائے نام مسلمان حکمران ہیں، ان عیاشوں کو دولت اور عورت کے چکر میں قابو کرتے ہیں اور وہ ان کافروں کے ہمدرد ہو جاتے ہیں اور مال اور عیاشی کے مفاد کی خاطر ہر اسلامی عقیدہ اور نظریہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ایک یہ ہے کہ ان تمام اسباب پر جن سے عالم اسباب میں مال حاصل ہوتا ہے، مثلاً" سونا، چاندی، پٹرول، تیل، گیس اور بجلی وغیرہ، ان سب پر کنٹرول حاصل کرتے ہیں اوز کر رکھا ہے تا کہ ہروقت اہل اسلام ان کے محتاج اور کاسہ لیس رہیں اور ان کے طریقہ واردات میں یہ بھی ہے کہ جہاں جہاں بھی دینی مدارس قائم ہیں جو اسلام کے مضبوط قلعے ہیں، ان کو یا تو بالکل ختم کر دینے کے درپے ہیں تا کہ وہاں سے کوئی موثر آواز ہی باطل کے خلاف نہ اٹھ سکے اور یا ان پر کنٹرول کر کے اپنی مرضی کا نصاب ان میں داخل کر دیا جائے تا کہ وہاں سے مولانا نانوتویؒ مولانا گنگوہیؒ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا داؤد غزنویؒ اور مولانا عبد الحامد بدایونیؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہو سکیں اور ایسے خنثی مشکل قسم کے بابو نما مولوی پیدا ہوں جو بہ نسبت اکابر علماء کے لارڈ میکالے کے نظریات کے قریب ہوں اور امریکہ نواز حکومت کے خلاف کبھی بھی حق کی آواز بلند نہ کر سکیں اس لیے مدارس پر کنٹرول کی ٹھان لی ہے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

اور کبھی علماء حق کو اور دینی مدارس کے کارکنوں کو رجعت پسند، کبھی بنیاد پرست، کبھی

دقیانوسی اور کبھی فرقہ واریت کی پیداوار اور کبھی دہشت گرد اور کبھی بزعم خویش ترقی سے روکنے والے قرار دے کر عامتہ المسلمین کو ان سے متنفر کرنے کی گہری سازشیں کی جاتی ہیں اور اب تو ہماری مہربان حکومت کی وزارت داخلہ کے ایک مراسلہ کے ذریعہ چاروں صوبوں کے انسپکٹر جنرل پولیس کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس بات کی چھان بین کریں کہ کون سا ادارہ کس ملک سے امداد لے رہا ہے اور ان میں سے کون سے ادارے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے میں ملوث ہیں۔ نیز یہ خبر بھی شائع ہوئی ہے کہ وزارت داخلہ نے ملک بھر میں دینی درس گاہوں کی نئی رجسٹریشن پر پابندی عائد کر دی ہے اور چاروں صوبوں میں پہلے سے قائم کردہ دو لاکھ سے زائد دینی درسگاہوں کے بارے میں چھان بین کے احکامات جاری کیے ہیں۔ الغرض یہ سب کچھ امریکی آقاؤں کو راضی کرنے کے ڈھنگ ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس طرح جنرل ایوب خان صاحب' بھٹو صاحب' بے نظیر بھٹو صاحبہ وغیرہم اپنے اپنے دور میں دینی مدارس پر پابندی لگانے میں ناکام رہے ہیں' ان شاء اللہ العزیز اس وقت کی حکومت بھی ناکام رہے گی اور دینی مدارس اپنا کام کرتے رہیں گے اور کبھی بھی باطل کے سامنے گردن نہیں جھکائیں گے۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میداں مگر جھکی تو نہیں

مغالطہ

باطل اور کافر قوتیں جب مسلمان حکمرانوں' سفیروں' وزیروں اور اس قسم کے اکثر مسلمانوں کو دیکھتی ہیں کہ وہ ان کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور شکل وصورت اور وضع قطع میں ان کے ہم مشرب ہیں تو یہ سمجھنے لگتی ہیں کہ ہم نے تمام مسلمانوں پر قابو پالیا ہے اور جیسا ہم چاہیں' سب سے کرا سکتے ہیں مگر یہ ان کا نرا وہم ہے اس لیے کہ ہر ملک میں مخلص اور پکے مسلمان بھی موجود ہیں جو ہر باطل کے خلاف آواز حق بلند کرتے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز کرتے رہیں گے اور وہ کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے اور نہ کریں گے۔ ان پر قابو پانا کسی کے بس میں نہیں ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ایسے لوگ تاقیامت رہیں گے' گو قلیل ہوں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ سے حدیث روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے امر اور دین پر قائم رہے گی' جو اس کی

مخالفت کرے گا، اس کی مخالفت تاقیامت امت کو ضرر نہیں دے سکے گی۔" (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں "اور ہمیشہ یہ امت اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی اور اس امت کا غلبہ اس وقت تک رہے گا جب تک کہ قیامت نہ آ جائے" (بخاری ج ۱ ص ۴۳۹)

اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت کا ایک گروہ حق پر تاقیامت ڈٹا رہے گا" (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۴۹، قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

اور اہل حق کا یہ غلبہ باطل قوتوں پر دلائل وبراہین اور ادلہ کے ذریعہ بھی ہوا اور ہوگا جیسا کہ تاریخ عالم اس پر گواہ ہے اور قتال وجہاد کے ذریعہ سے بھی ہوا اور ہوگا۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی مرفوع حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں "میری امت کا ایک گروہ تاقیامت ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا" (مسلم ج ۱ ص ۸۷)

حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث میں ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ دین (اسلام) ہمیشہ قائم رہے گا، اس کے دفاع کے لیے مسلمان قیامت تک لڑتے رہیں گے" (مستدرک ج ۴ ۴۴۹، قال الحاکمؒ صحیح علیٰ شرط مسلم وسکت علیہ الذہبیؒ)

ان صحیح اور صریح احادیث سے بالکل آشکارا ہے کہ اسلام قیامت تک باقی رہے گا اور اہل حق کا ایک گروہ اپنے دلائل سے لیس ہو کر اور آلات حرب سے مسلح ہو کر اسلام کا دفاع کرتا رہے گا۔ اگر کافروں اور مشرکوں کا یہ وہم ہے کہ اسلام کو مٹایا اور ختم کیا جا سکتا ہے تو یہ باطل وہم ان کو اپنے اذہان سے بالکل نکال دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے نہ تو اسلام مٹ سکتا ہے اور نہ مسلمان ختم ہو سکتے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز نہ دینی مدارس اسلامی ممالک سے نیست ونابود کیے جا سکتے ہیں اور نہ علماء کا وجود ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ چند درباری مولوی اور علماء سوء امریکہ اور امریکہ نواز حکومتوں کی راگنی الاپتے رہیں گے اور اپنی عاقبت کو دنیائے دنی کے لیے برباد کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل حق کو ان ذلیل خواہشات اور حرکات سے محفوظ رکھے، آمین۔

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

امریکہ اور اسرائیل

مچھلی کے شکار والا واقعہ مسیح علیہ السلام سے تقریباً سات سو سال پہلے پیش آیا۔ اس وقت سے لے کر یہودیوں پر مسلسل ذلت مسلط رہی ہے اور یہ قرب قیامت تک اسی طرح رہے گی۔ یہ لوگ کبھی بخت نصر کی غلامی میں رہے اور کبھی رومیوں اور کلدانیوں کے تسلط میں پستے رہے اور ان کے مظالم برداشت کرتے رہے۔ پھر حضور علیہ السلام کے زمانے میں بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہودیوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف بڑی سازشیں کیں جس کی وجہ سے یہاں کے یہودی کچھ مارے گئے اور کچھ جلا وطن ہوئے۔ جب یہودیوں کا گڑھ خیبر فتح ہو گیا تو انہوں نے اپنی نصف پیداوار کے عوض وہیں آباد رہنے کی درخواست کی۔ حضور علیہ السلام نے اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ ہم جب چاہیں گے، تمہیں یہاں سے بے دخل کر دیں گے۔ چنانچہ آپ کی خصوصی وصیتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میرے بعد تمام یہودیوں کو جزیرہ نما عرب سے نکال دینا۔ اس سرزمین پر کوئی غیر مذہب جزیہ دے کر بھی نہ رہ سکے گا۔ مرکز اسلام میں صرف مسلمان ہی رہیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں یہودیوں کو ملک بدر کر دیا گیا۔

یہودی آج تک پوری دنیا میں محکوم ہی رہے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں ساٹھ ہزار یہودیوں کو سخت ترین سزائیں دے کر ہلاک کیا گیا۔ ہٹلر کے لیے ثابت ہو گیا تھا کہ یہ بڑے سازشی لوگ ہیں۔ ان کے پیٹوں میں ہوا بھر کر تڑپا تڑپا کر مارا گیا۔ حتیٰ کہ ساری دنیا میں ان کے حق میں جذبہ ترحم پیدا ہوگیا۔ یہ مغضوب قوم ہے۔ دنیا میں کہیں بھی ان کی آزاد حکومت نہ کہیں پہلے رہی ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ ہاں یہ لوگ ذلت سے اسی صورت میں بچ سکتے ہیں الا بحبل من اللہ وحبل من الناس (آل عمران) کہ یا تو اللہ کی رسی کو پکڑ لیں یعنی ایمان لے آئیں یا لوگوں کی رسی کو تھام لیں۔ آج انہوں نے امریکہ کی رسی کو پکڑا ہوا ہے اور اسی کے سہارے پر زندہ ہیں۔ اگر امریکہ آج ان کے سر پر سے ہاتھ اٹھا لے تو یہ دو دن بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسرائیلی ریاست کا قیام دراصل ان کو ایک جگہ اکٹھا کرنے

کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخفی تدبیر ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں قرب قیامت میں مسیح علیہ السلام تمام یہودیوں اور ان کے سرغنہ دجال کو قتل کریں گے۔ تل ابیب سے چھتیس میل دور لد کا مقام ہے جہاں پر دجال قتل ہوگا۔ روایات میں آتا ہے کہ اس وقت کسی یہودی کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ حتیٰ کہ پتھر اور درخت بھی بول کر کہیں گے کہ اے مسلمان! میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے' اس کا کام تمام کر دو۔ اس لحاظ سے ان کی موجودہ اسرائیلی سلطنت ان کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کا ایک ذریعہ بن گئی ہے تا کہ مقررہ وقت پر ان کا خاتمہ کیا جا سکے۔ بہرحال یہودی ایک ذلیل قوم ہیں اور قرب قیامت تک ذلت ان پر مسلط رہے گی۔ چنانچہ گزشتہ اڑھائی ہزار سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یہ لوگ دولت مند ضرور ہیں۔ موجودہ بینکاری کا نظام انہی کی ایجاد ہے۔ یہ دولت پر سانپ بن کر تو بیٹھ سکتے ہیں مگر ان کے مقدر میں جو ذلت اور رسوائی آچکی ہے' اس سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔ حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام کے زمانے میں سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب ان کی اسرائیلی ریاست قائم ہو چکی ہے۔ یہ تو روس' برطانیہ' امریکہ' فرانس اور جرمنی کی فوجی چھاؤنی ہے۔ اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اب اس پر مکمل طور پر امریکہ کا تسلط ہے۔ یہ تو بڑی طاقتوں نے اپنے مفاد کے لیے اسرائیل کو کھڑا کر رکھا ہے۔ ورنہ اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پھر کوئی وقت آئے گا جب یہ یہاں بھی ذلیل و خوار ہوں گے۔

جدید نصاب تعلیم معارف اسلامی کی شاہکار کتب

معارفی قاعدہ ○ معارفی نماز

معارفی دینیات ○ معارف الایمان

معارف الاسلام ○ معارف التجوید

ناشر: ندوۃ المعارف' مرکزی جامع مسجد گکھڑ' ضلع گوجرانوالہ

مفکر اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

عالم اسلام کے خلاف مغرب کی یلغار
اور علماء کرام کی ذمہ داری

انجمن الاصلاح خورد' رواق سلیمانی لکھنؤ کا افتتاحی جلسہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں ۲۱ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ کو بعد نماز مغرب سلیمانیہ ہال میں منعقد ہوا۔ مولانا مدظلہ نے طلباء سے جو خطاب فرمایا' افادہ عام کی غرض سے پیش کر رہے ہیں۔ یہ تقریر عبد اللہ وسیم متعلم رابعہ شریعہ نے ٹیپ ریکارڈر سے نقل کی ہے جو قابل ستائش ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد والہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسان ودعا بدعوتہم الی یوم الدین اما بعد!

عزیز بھائیو اور فرزندان دار العلوم!

مجھے بہت خوشی ہے کہ الاصلاح کے اس دوسرے بازو اور اس دوسرے خاندان میں آنے اور اپنے عزیزوں کو دیکھنے اور ملنے کا موقع ملا ہے۔ الاصلاح درحقیقت اس قوت بیانیہ کو پیدا کرنے کی جگہ ہے جو زبان وقلم کے ذریعہ سے وقت اور دین کے تقاضوں کو پورا کر سکے اور دین پر جو حملے ہو رہے ہیں' ان کا جواب دے سکے اور پڑھے لکھے لوگوں کے ذہنوں میں اسلام پر وہ اعتماد بحال کر سکے جو متزلزل ہوتا جا رہا ہے اور جس کے بہت سے اسباب ہیں اور ان اسباب پر کتابوں میں اپنے اپنے رتبہ اور اور اپنی اپنی وسعت کے مطابق بحث کی جا چکی ہے۔ کل الندوی العربی کے جلسے میں' میں نے کہا تھا کہ اللہ کی ذات بے نیاز ہے' غنی ہے' اس کو نہ وسائل کی ضرورت ہے نہ طاقتوں کی' خواہ جسمانی ہوں' غیبی ہوں' یا مصنوعی ہوں' کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ قوت بیانیہ کا ایک نعمت کے طور پر تذکرہ کیا ہے اور اس کی تاثیر بیان کی ہے۔ اس نے کہا کہ مثلاً نزل بہ الروح الامین ○ علی قلبک لتکون من المنذرین یہاں تک ہی کافی تھا' اللہ

تبارک وتعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے لحاظ سے کہ لتکون من المنذرین "تا کہ آپ ڈرانے والے بنیں" لیکن اس کے بعد فرماتا ہے بلسان عربی مبین آپ ڈرانے والے بنیں ایسی عربی زبان میں جو واضح کرنے والی ہو' دل نشین ہو اور جو دل ودماغ کو متاثر کرے اور جو یقین پیدا کرے اور پھر فرمایا انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون یہاں عربی کہنے کی ضرورت کیا تھی؟ انا انزلناہ قرآنا کافی تھا' لیکن چونکہ اہل عرب مخاطب ہو رہے ہیں اور عرب ہی داعی اول ہیں دین کے' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لیے نہ صرف عربی زبان کا انتخاب کیا بلکہ عربی مبین کہا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا جہاں ذکر کیا ہے' خلقت انسانی کے موقع پر تو وہاں بھی اس کو فراموش نہیں کیا۔ یہ کہنا تو بے ادبی ہے بلکہ اس کو ترک نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الرحمن ○ علم القرآن ○ خلق الانسان ○ علمہ البیان اور انسان کو پیدا کیا اور آگے فرماتا ہے کہ علمہ البیان اس کو قوت بیانیہ عطا کی' اس کو سلیقہ دیا' اس بات کا کہ وہ اپنی بات کو واضح کر سکے' دل نشیں کر سکے۔ تو یہ ایک طاقت ہے' اس طاقت کا استعمال جن لوگوں یا جس گروہ اور جس طبقہ اور جس ذہنیت اور مقاصد کے حامل لوگوں کے ہاتھ میں جاتا ہے' اس سے لوگ ویسا ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ ضالین و مضلین کے ہاتھوں میں چلا جائے' قوت بیانیہ ان کو ملے اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں تو وہ جاہلیت کی دعوت کا کام کرتے ہیں اور عقائد سے لے کر اخلاق وسلوک اور پورے انسانی تعلقات سب کو متاثر کرتے ہیں اور دنیا کی بین الاقوامی تاریخ میں ایسا واقعہ اور ایسا دور بار بار آیا ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں قلم پہنچ گیا اور قلم تو خیر ہر ایک لے سکتا ہے' لیکن وہ چلنے والا اور متاثر کرنے والا قلم پہنچ گیا اور ان کو وہ زبان ساحر اور بیان ساحر مل گیا جس سے وہ بگاڑ پیدا کر سکیں اور ایک ایسا ادب وجود میں آیا جس نے پورے معاشرہ کو متاثر کیا۔

آپ یونان کی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں بہت بڑا حصہ اس ادب کا تھا جو یونان سے پیدا ہوا' لادینیت کا ادب' تشکیک کا ادب' نفس پرستی کا ادب' ان کو ملاحم یا رزم نامہ اور شاہ نامہ کہتے ہیں۔ اگر یونانی شاہ نامے پڑھیں گے' جن کا عربی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے' خود عیسائیوں نے کیا ہے اور کچھ تاریخ میں محفوظ بھی ہے۔ پھر اگر آپ قرون وسطیٰ کی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے فساد کی بہت بڑی علت یہ تھی کہ قلم وزبان ان لوگوں کے قبضہ میں آ گئے ہیں جن کو نہ خدا کا خوف تھا نہ انسانیت سے محبت ہی

تھی اور نہ محاسبہ کا کوئی ڈر تھا اور وہ نفس پرست تھے اور فساد کے داعی تھے۔ ان کا ایسا اثر ہوا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یورپ بالکل ان کے چنگل میں گرفتار اور ان کے پھندے میں پھنس گیا۔ گبن کی مشہور اور شہرۂ آفاق کتاب "Decline of Eoropean Empire" پڑھیں یا ڈریپر کی "Conflict between Religion and Science"

یہ میں آپ کو بتا دوں کہ میں الاصلاح کا ممنون ہوں کہ میں جب یہاں پڑھتا تھا تو تعلیم کے آخری دور میں حسب استطاعت جب یہاں تدریسی کام میرے سپرد ہوا تو مجھے اس کتاب کی ضرورت تھی۔ میں انگریزی جانتا تھا' انگریزی پڑھی تھی اور محنت سے میں اصل انگریزی میں کتاب پڑھ سکتا تھا' Conflict between Religion and Science لیکن مجھے یہاں اس کا ترجمہ مل گیا' مولانا ظفر علی خاں کا شاہکار ترجمہ ہے "معرکہ مذہب وسائنس" یہ مجھے الاصلاح سے ملا اور ایسے History of Eoropean Morals "تاریخ اخلاق یورپ" تھی' یہ بھی میرے لیے کام کی چیز تھی اور ان دونوں کتابوں سے میں نے اپنی کتاب ماذا خسر العالم میں فائدہ اٹھایا' اس لیے کہ ان دونوں کتابوں کے ترجمے ہو گئے تھے اور بڑے لائق مترجمین کے قلم سے جو سند کا درجہ رکھتے تھے۔ ایک مولانا ظفر علی خاں کے قلم سے ہوا تھا' ایک مولانا عبد الماجد دریابادی کے قلم سے۔ میں الاصلاح کا ممنون ہوں' احسان مند ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ الاصلاح میں یہ صلاحیت باقی رہے کہ اس سے لوگ اپنی تصنیف وتالیف میں اور تحقیقات میں کام لے سکیں۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بھی کہہ رہا ہوں کہ آپ کو اپنے ذخیرہ کتب پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے کہ کون سی کتابیں ابھی حال میں شائع ہوئی ہیں جو ہمارے طلبہ ہی نہیں بلکہ اساتذہ کی نظر سے گزرنی چاہئیں اور میں اس کا اعتراف کرتا ہوں اور میں نے خود اپنے متعلق شہادت دی ہے کہ اساتذہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ الاصلاح کوئی تفریح کی چیز نہیں ہے' اس لیے نہیں ہے کہ وہاں جا کر اخبارات پڑھے جائیں' اخبارات تو آپ ہر جگہ پڑھ سکتے ہیں' کون سی جگہ ہے جہاں اخبار نہیں آتا؟ یا آپ رسائل پڑھنے آ جائیں' سطحی قسم کے رسائل پڑھیں جو ہندوستان کے مختلف صوبوں سے نکلتے ہیں۔ آج کل تو ہر مدرسہ سے' ہر ادارہ سے' ہر انجمن سے' ہر شہر سے رسالے نکلتے ہیں۔ ایسی چیزیں ہونی چاہئیں الاصلاح کے دار الکتب میں جن سے ذہن بنے اور جن سے بامقصد مصنفین اور داعیوں کو

اسلحہ ملے جن سے وہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو مطمئن کر سکیں۔ یہ الاصلاح کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اس وقت "نمنا" میں کہہ رہا ہوں کہ اس کے لیے میں ایک ذمہ دار اور ناظم ندوۃ العلماء کی حیثیت سے یہ صفائی سے کہتا ہوں کہ اس میں اہتمام ونظامت دونوں آپ کی مدد کرنے اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نئی کتابوں کی فہرست تیار کریں، اچھے اہل نظر کے مشورہ سے اور سنجیدہ اور فکر انگیز اور مواد فراہم کرنے والی کتابوں کی اور اس کے بعد آپ کا بجٹ اس کے لیے کافی نہ ہو تو میں اعلان کرتا ہوں کہ دار العلوم اس میں مدد کرے گا۔

تو اس وقت قوت بیانیہ خواہ وہ تحریری ہو یا تقریری ہو، اس وقت اور زیادہ مسلح ہو گئی ہے اور مسلح ہی نہیں بلکہ جیسا کہ ہمارے عزیز، الاصلاح کے غالباً" ناظم ہیں، انہوں نے جو مضمون پڑھا، اس میں انہوں نے کہا کہ یہ بات میں نے بہت دن پہلے کہی تھی کہ صدیوں کے بعد یہ بات پیش آئی ہے کہ یہودی دماغ اور عیسائی وسائل وطاقت دونوں متحد ہو گئے ہیں، حالانکہ دنیا کے جن دو مذہبوں میں زیادہ سے زیادہ تضاد ہو سکتا ہے، وہ یہودیت اور عیسائیت ہیں۔ عیسائیت اس بنیاد پر ہے کہ مسیح ابن اللہ ہیں اور یہودیت کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ حضرت مسیح پر تہمت لگاتے ہیں، نسبی تہمت لگاتے ہیں، جو کوئی عیسائی برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کو عیسائیوں نے فراموش کر دیا، یہاں تک کہ پاپائے اعظم نے یہ قصور معاف کر دیا یہودیوں کا، جو عیسیٰ پر اعتراض کرتے تھے، تہمت لگاتے تھے۔ تو اس وقت ایک بڑی گہری سازش ہے دنیا میں اور اس نے اس وقت عنوان اختیار کیا ہے Fundamentalism کا، یعنی روس کے زوال کے بعد امریکہ نے یہ سمجھ لیا اور برطانیہ اور عیسائی ویہودی بڑی طاقتوں نے کہ اگر اب خطرہ ہو سکتا ہے اور کوئی حریف میدان میں آ سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اس لیے بڑی ہوشیاری سے، اور اس میں یقیناً یہودی دماغ کام کر رہا ہے، انہوں نے اس کو عنوان دیا ہے Fundamentalism کا یعنی اصول پرست، گویا قدامت پرست۔ قدامت پرست اور حق پرست۔ یا یوں کہئے کہ جو قدیم ذخیرہ ہے، اس کے پرستار۔ اس اصطلاح کی جگہ پر Fundamentalism کی اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے اور اس کا اس قدر پروپیگنڈا ہے اور اس زور وشور اور بلند آہنگی کے ساتھ اور ایسے مدلل طریقے بلکہ منظم طریقہ پر یہ بات کہی جا رہی ہے کہ کسی آدمی کے لیے مشکل ہو گیا ہے کہ وہ اقرار کر لے کہ میں Fundamentalist ہوں، حالانکہ ایک مذہبی کے

لیے Fundametalist ہونا ضروری ہے۔ مذہبی کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ منصوصات قطعی پر، نصوص دین پر، آسمانی صحیفوں پر اور کتاب اللہ پر، عیسائی اگر ہو تو انجیل پر اور اگر مسلمان ہے تو اللہ کے آخری کلام قرآن مجید کے بیانات پر، اس کے احکام پر، اس کی تعلیمات پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اس وقت یہ Fundametalist کی اصطلاح اتنی عام ہو گئی ہے کہ بہت ہی تاسف وندامت کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ممالک عربیہ میں بھی یہ اصطلاح پہونچا دی گئی ہے۔ ابھی ہمارے پاس ایک خط آیا، شاید ایک ہفتہ یا دو ہفتہ ہوا ہو، میں نام نہیں لوں گا اور ایک ایسی جگہ سے آیا ہے کہ جہاں کے حاکم وسلطان ہم سے ذاتی طور پر واقف ہیں، احترام کرتے ہیں، ہمارا ان کا لندن میں ساتھ رہا ہے اور انہوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ اپنے منطقہ میں جس جگہ کے وہ امیر ہیں، ایک سڑک کا نام ہمارے نام پر رکھا تھا "شارع ابی الحسن الندوی" اتنا وہ خیال کرتے ہیں اور ایک بڑے بین الاقوامی ادارے میں وہ ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ ان کے عزیز قریب کیا بلکہ ان کے ترجمان کا خط آیا ہمارے نام کہ متشددین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم چند مفکروں اور چند علماء کے نام یہ سوال نامہ بھیج رہے ہیں کہ متشددین کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں، جس کو عربی اصطلاح میں متطرفین کہتے ہیں، انتہا پسند۔ Fundamentalist کا ترجمہ اصلا" مبدئین ہے جو مبادی پر یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا کا سارا فساد اس لیے ہے کہ کسی اصول پر یا کسی بنیاد پر یقین نہیں ہے، خالص نفس پرستی ہے اور خالص فائدہ اندوزی اور اپنے نفس کی تسکین کا سامان فراہم کرنا ہے، خواہ تمام دنیا کے مسلمہ اخلاقی اصول کے خلاف ہو، چاہے اس کا پوری انسانیت، پورے معاشرہ انسانی اور پورے عہد پر کچھ اثر پڑے لیکن اپنا کام نکالنا ہے۔ یہ معنی تھے بے اصولی کے اور اس بے اصولی نے آج دنیا کو اس جگہ پر پہونچا دیا ہے کہ کسی وقت بھی قیامت آ سکتی ہے۔ وہ قیامت تو اللہ تعالیٰ لا سکتا ہے، اس قیامت کا ذکر نہیں۔ ایک ویسی قیامت یعنی قیامت صغریٰ ہر وقت ہو سکتی ہے۔ پہلی جنگ عظیم بھی ایک طرح کی قیامت صغریٰ تھی، دوسری جنگ بھی۔ ایسی جنگیں ہو سکتی ہیں اور اس سے بڑے پیمانے پر ہو سکتی ہیں۔ وہ صرف برطانیہ اور جرمنی کی جنگ تھی اور اس میں کچھ اور طاقتیں شامل ہو گئی تھیں اور دوسری جنگ بھی ایسی ہی ہے، لیکن اب جو جنگ ہو گی، وہ بہت خطرناک ہو گی۔ اس وقت ایٹمی ہتھیار بھی نہیں تھے اور اب ایٹمی ہتھیار بھی ہیں اور دوسرے یہ کہ اس جنگ کا رقبہ اس جنگ سے کہیں زیادہ ہو گا۔ یہ نتیجہ

ہوگا بے اصولی اور نفس پرستی اور مطلق آزادی کا اور ظاہر بینی کا۔ لیکن ان کو شرم نہیں آتی' انہوں نے یہ اصطلاح ایجاد کی' حالانکہ سارا فساد یہی ہے ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون یہ کیا ہے؟ اس کی اصل بنیاد آپ دیکھیں اور قرآن کے پورے سیاق وسباق پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بما کسبت ایدی الناس میں یہی بے اصولی اور نفس پرستی اور مکمل آزادی اور ہر طرح کی چھوٹ اور نفس کی تسکین کا ہر قیمت پر سامان کر لینا ہے' بطرت معیشتھا کہ اللہ تعالیٰ جس کو فرماتا ہے۔ یہ سب Fundamentalism کے منکروں کے خیالات ہیں اور ان کے مقاصد اور ان کی دعوت میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں' جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بما کسبت ایدی الناس خیال کیجئے قرآن مجید کی بلاغت کا کہ ایدی الناس پر اس کی نسبت کی ہے' اس کی نسبت کسی اور چیز پر نہیں' بما کسبت ایدی الناس ان لوگوں کے ہاتھوں نے کما جو کسی اصول پر ایمان نہیں رکھتے تھے' کسی بنیاد پر ان کا اتفاق نہیں تھا' کوئی حدود ان کے لیے مقرر نہیں تھے کہ یہاں سے یہاں تک چلے جائیں گے۔

تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وقت بڑا نازک اور خطرناک ہے۔ اس میں تبادلہ خیال کی صلاحیت' تحریری صلاحیت اور لسانی وبیانی صلاحیت ان سب چیزوں کی ضرورت ہے اور اب وہ صرف اس لیے نہیں ہے جیسے کہ آج سے پچاس برس پہلے تھا کہ آپ کسی میلاد اور کسی سیرت کے جلسے میں تقریر کر دیں یا کسی انجمن کے پلیٹ فارم سے کوئی تقریر کر دیں یا اپنے مدرسہ کا تعارف کرا دیں یا کسی نیک مقصد کے لیے کوئی جلسہ ہو اور اس میں آپ تقریر کر دیں۔ اب تو ایک عالمی سازش ہے۔ بڑے وسیع اور نہایت گہرے پیمانے پر اور اس کے مضرات بہت دور رس اور بہت دقیق اور بہت عمیق ہیں۔ یہ اتنی بڑی سازش' کم از کم میرے محدود مطالعہ میں جس کے پیچھے اتنا پروپیگنڈا ہو اور اتنے ذرائع ابلاغ ہوں جسے آج میڈیا کہتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ سب کے سب' ریڈیو' ٹیلی ویژن' پریس اور سیمینارس' ملکوں کے دورے اور آنے جانے والے وفود یہ سب کے سب اس نکتہ پر آکر متحد ہو گئے ہیں کہ دنیا میں Fundametalism کا مقابلہ کیا جائے' یعنی کوئی اصول ہی باقی نہ رہے' حدود ہی باقی نہ رہیں' وہ سب کر سکتے ہیں جس سے دل خوش ہو جائے۔

ایران کا ایک فلسفہ ہے لذتیت جس کا نام آتا ہے' لذتیت کے معنی ہیں کہ جس چیز

میں مزہ آجائے' وہ کرنی چاہئے۔ آج کا یورپ اسی انداز سے سوچ رہا ہے۔ پورے یورپ کا دماغ گویا لذتی بن گیا ہے۔ جس میں مزہ آئے' جس میں فائدہ ہو۔ البتہ لذت کو ذرا وسیع کر دیا ہے انہوں نے کہ وہ لذت بطن یا لذت لسان نہ ہو بلکہ وہ لذت ذہن ہو' اس میں لذت سیاسی بھی شامل ہو اور لذت سائنسی بھی شامل ہو اور وہ جو ایک فاتحانہ خوشی ہوتی ہے اور فاتحانہ مسرت ہوتی ہے' وہ اس میں شامل ہو۔ تو لذت کا انہوں نے دائرہ اور وسیع کر دیا ہے' اس سے وہ اور خطرناک بن گئی ہے۔ یونان کا جو لذتی سکول تھا وہ وہاں تک جا ہی نہیں سکا تھا' اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی لیکن یورپ کا لذتی اسکول بہت ہی آگے پہنچ گیا ہے۔ یہ اس وقت گہری سازش ہے' اس سے بڑھ کر کوئی سازش نہیں۔ چونکہ ہمارا آنا جانا ہوتا ہے اور ہمارے روابط ہیں ثقافی اور صحافی اور تحریری' چونکہ عرب ممالک میں بھی' خلیج میں بھی یہ بات داخل ہو گئی ہے کہ متشددین کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ متشددین کے معنی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ معاشرہ اسلام کے احکام کے مطابق ہونا چاہئے' اس میں خوف خدا' خوف آخرت ہو اور اسے محاسبہ ہونے کا خیال ہو اور اس میں دوسروں کے حقوق کا لحاظ ہو اور جو لوگ احکام شریعت کو جاری کرنا چاہتے ہیں' حدود شرعیہ تو خیر بڑی چیز ہیں' تعزیرات بڑی چیز ہیں' مثلاً" رجم ہے یا جلد ہے' یہ چیزیں تو بڑی ہیں اور ان کی نوبت نہیں آتی' لیکن جو روزمرہ کے حالات ہیں اور بہت قابل عمل حدود کے اندر جو احکام شرعیہ کا اجرا چاہتے ہیں' ان سے بھی حکومتیں ڈر رہی ہیں اور وہاں سے نکلنے والے اخبارات اور خطوط میں یہ بات نظر آتی ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ابھی ایک خط آیا ہے اور ہمیں اس کا جواب دینا ہے کہ آپ متشددین کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور خط کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ متشددین کے خلاف لکھوانا چاہ رہے ہیں۔ وہ ایک فتویٰ چاہتے ہیں جس کی اشاعت کریں کہ شیخ ابی الحسن علی الندوی جو معروف ہیں' مصنف ہیں' ایسے ہیں ویسے ہیں اور انہوں نے نام لکھے ہیں بہت ممتاز مفکرین اور عرب فضلاء کے کہ ان کے پاس بھی بھیجا گیا اور آپ کو بھی بھیجا جا رہا ہے کہ آپ متشددین کے بارے میں اپنا خیال ظاہر فرمائیں۔

اب بالکل Fundamentalism کے بارے میں امریکہ اور برطانیہ اس طرح سوچ رہا ہے اور پروپیگنڈہ کر رہا ہے' ایک صدائے بازگشت آ رہی ہے ان ملکوں سے' آپ کو ان سب خطرات کو سامنے رکھنا چاہئے۔ اب معاملہ صرف اتنا نہیں ہے کہ سینما مت جاؤ' بہت بری بات ہے' اس کی برائی اپنی جگہ پر مسلم ہے' جو شناعت ہے وہ شناعت ہے اس کا انکار

نہیں کیا جا سکتا۔ اب صرف یہ نہیں کہ کھیل کود میں زیادہ مت پڑو، فضول خرچی مت کرو، اب یہ اصلاح معاشرہ کا کام بہت اہم ہے، میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک رکن کی حیثیت سے اس کی پوری وکالت کرتا ہوں۔ یہ کام آپ کو کرنا ہے اپنی اپنی جگہوں پر، اصلاح معاشرہ کی دعوت دینا ہے، مکاتب ومدارس کو جاری کرنے کی آپ کو دعوت دینا ہے، مسجد مسجد مکتب قائم ہو اور کچھ گھروں پر بھی اس کا انتظام ہو جیسے پہلے ہوا کرتا تھا، کئی پڑھے لکھے آدمی بیٹھیں اور وہاں کے بچے آئیں اور اردو لکھنا پڑھنا سیکھیں، قرآن مجید پڑھ سکیں اور جو دین کی بنیادی باتیں ہیں مثلاً کلمہ اس کو صحیح یاد ہو اور وہ شرک وتوحید کا فرق سمجھتے ہوں، کفر وایمان کا فرق سمجھتے ہوں اور سیرت نبوی سے ضروری حد تک واقف ہوں، یہ سب کام آپ کو کرنا ہے، لیکن اس سے بڑی ایک گہری سازش اس وقت ہے جس کے لیے بڑے پیمانے پر آپ کو عملی تیاری کرنی ہے۔ وہ ہے عدم اصول پرستی کے خلاف جہاد۔ اس وقت امریکہ نے خاص طور پر جو مہم چلائی ہے اور ایک بہت بڑی سازش اور ایک بہت بڑا منصوبہ ہے، اس میں یہودی دماغ کام کر رہا ہے اور عیسائی وسائل اور عیسائی طاقتیں اس کے پیچھے ہیں، وہ یہ ہے کہ ایمان کو، تعلق باللہ کو، ایک دین کی پابندی کو اور آخرت کے خیال کو متزلزل کریں اور یہ کہہ کر کہ یہ سب بنیادی باتیں ہیں، پرانی باتیں ہیں، فرسودہ باتیں ہیں، تو اس کے لیے Fundamnetalism وغیرہ کے نام رکھتے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو تیاری کرنا ہے، میں الاصلاح کو محض تقریر وتحریر کا ایک شعبہ نہیں سمجھتا، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کے ایک مقصد کے پورا کرنے کا یہ ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے ذہین اور تعلیم یافتہ طبقہ کو مطمئن کرنا، اسلام پر اعتماد دوبارہ واپس لانا اور خاص طور پر ترقی یافتہ جو اسلامی ممالک ہیں، ان میں اسلام پر اعتماد متزلزل ہو چکا ہے۔ الجزائر میں کیا ہو رہا ہے؟ الجزائر میں خالص دینداروں اور حکومت کے نمائندوں کے درمیان جنگ ہے۔ نہ اسرائیل کی ان کے خلاف جنگ ہے نہ اسرائیل کا ان کے خلاف معرکہ ہے اور نہ کسی یورپین طاقت کی ان کے خلاف جنگ ہے اور نہ ملک میں بگاڑ وفساد پیدا کرنے والوں کے درمیان۔ خالص دیندار، دین پسند (میں دین پرست نہیں کہتا، دین پسند طبقے) اور جو چاہتے ہیں کہ كلمة الله هي العليا اس پر عمل ہو، یہاں اللہ کا حکم سب سے زیادہ قابل اطاعت سمجھا جاتا ہو، یہاں فرائض کی پابندی ہو اور محارم سے، حرمات سے اجتناب ہو اور یہاں مسجدیں آباد ہوں، اس کا ذکر کرنا بھی الجزائر میں ایک بڑا جرم ہے۔ برابر خبریں آتی رہتی ہیں کہ دین پسند لوگوں میں سے اتنے

آدمی شہید ہوئے۔ لیبیا میں بھی ہو چکا ہے اور اب بھی لیبیا کا حال یہی ہے اور شام تو بالکل غیر مسلم عنصر کے قبضہ میں ہے۔ وہاں کے دروزی، حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہیں، کسی طور پر ان پر مسلمانوں کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس طور پر یہ فتنہ مشرق کی طرف بڑھ رہا ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ پاکستان بھی اس کی لپیٹ میں نہ آ جائے۔ ابھی جو تھوڑی سی تبدیلی ہوئی ہے، نواز شریف کو جو ہٹایا گیا ہے، اس میں بھی امریکہ کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے اور ضیاء الحق شہید مرحوم کی شہادت اور ملک فیصل کی شہادت میں بھی امریکہ کا ہاتھ تھا۔ اور وہ اس بنا پر تھا کہ کوئی ایسا عنصر یا ایسا فرد غالب نہ ہونے پائے، حاوی نہ ہونے پائے اس ملک پر، اس ملک کے مستقبل کی تعمیر میں وہ آزاد نہ ہو جو اصول پسند ہو اور عقیدہ کا پختہ ہو اور اسلام کی حقانیت پر پورا یقین رکھتا ہو اور ضروری حد تک وہ فرائض کا بھی پابند ہو۔ یہ ایک سازش چلی آ رہی ہے، فکری طور پر بھی اور سیاسی وانتظامی طور پر بھی۔ ہمیں اسی طور پر اس کا مقابلہ کرنا اور تعلیم یافتہ طبقہ کو مطمئن کرنا اور اسلام کی ابدیت پر اس کا یقین واپس دلانا، دوبارہ یقین پیدا کرنا ہے کہ اسلام ہر زمانے کا ساتھ دے سکتا ہے، قیادت کر سکتا ہے۔ جدید نصاب تعلیم اور یورپ سے جو طریقہ تعلیم آیا ہے، وہاں سے امپورٹ کیا گیا ہے، اس میں یہ خاصیت ہے کہ وہ اسلام پر اعتماد کو متزلزل کر دے کہ اسلام نے بے شک ایک زمانہ میں اچھا کام کیا تھا، اچھا پارٹ ادا کیا تھا، لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اس وقت وہ بہت ہی غیر ترقی یافتہ زمانہ تھا، خدا بھلا کرے ان لوگوں کا مثلاً" عورت کو کچھ حقوق مل گئے، دختر کشی بند ہو گئی اور شراب اتنی نہیں پی جانے لگی، لیکن اب اسلام اس زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ یہ ہے اصل میں فتنہ کہ اسلام اس زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ آپ کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ اسلام اس زمانہ کا ساتھ دینا تو الگ رہا، یہ تو اس تنزل کے بعد اس زمانہ کو ہلاکت سے بچا سکتا ہے، اسلام اس زمانہ کو راہ پہ لگا سکتا ہے۔ اسلام اس زمانہ کو مبارک بنا سکتا ہے اور اسلام اس زمانہ کو رہنے کا سلیقہ سکھا سکتا ہے اس کے لیے آپ کو تیاری کرنی ہے۔ بہتر ہو گا کہ ہمارے بعض اساتذہ اس میں کتابوں کا انتخاب کریں۔ ایک زمانہ میں ہم نے مولانا مسعود عالم صاحب ندوی سے مشورہ کر کے ایک فہرست بنائی تھی کہ فلاں درجے سے لے کر فلاں درجہ کے طلبا یہ کتابیں پڑھیں اور فلاں درجے سے فلاں درجہ تک کے طلباء یہ کتابیں پڑھیں اور ہم نے یہ بھی انتظام کیا تھا کہ الاصلاح میں ایک رکن کی ڈیوٹی مقرر کی تھی کہ آپ یہاں بیٹھا کریں، الاصلاح کے کھلنے کا جو وقت ہے اس میں ایک گھنٹہ آپ وقت دیں

کہ طلباء کو معلوم ہو کہ ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کون سی کتابیں پڑھنی ہیں۔ طلباء ان کے پاس جائیں اور کہیں کہ ہم اس درجہ کے طالب علم ہیں۔ بتایئے ہم پہلے کیا پڑھیں' بتایئے ہم تاریخ کا مطالعہ کہاں سے شروع کریں' بتایئے ہم سیرت میں اس وقت کون سی کتابیں پڑھیں' اس منزل پر کون سی کتاب مناسب ہوگی۔ یہ دو انتظامات ہم لوگوں نے کیے تھے' ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔

میں نے اتنی طوالت اور اتنی تفصیل کے ساتھ بات کر دی حالانکہ میں اس حال میں نہیں تھا اور میں آپ سے معذرت کرنے والا تھا کہ مجھے بعض ضرورتیں ہیں' ہمارے معزز مہمان بھی آئے ہوئے ہیں' ذہن دوسری لائن پر کام کر رہا ہے' لیکن یہ آپ کی محبت ہے' آپ کا خلوص ہے یا اللہ تعالیٰ جو آپ سے کام لینا چاہتا ہے' اس کی اہمیت اور قدر وقیمت ہے کہ میں نے اتنی تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا۔ بس آخر میں یہ کہنا ہے کہ انجمن الاصلاح کو محض آپ تحریر وتقریر کی مشق' مضمون نگاری سیکھنے کی جگہ نہ سمجھیں' بلکہ یہاں سے آپ کو وہ ذخیرہ لینا ہے' وہ مواد لینا ہے کہ جس سے آپ یہاں سے نکلنے کے بعد جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو Intelectual کلاس کہلاتا ہے' ذہین طبقہ جو ہے' آپ اس کو مطمئن کر سکیں' اس میں اسلام کی ضرورت کا احساس پیدا کر سکیں اور اسلام کے بارے میں اعتماد واپس لا سکیں۔ یہاں سے لے کر انڈونیشیا اور مغرب اقصیٰ اور مراکش تک ان سب جگہوں پر اس وقت جو ہے' وہ یہ کہ امریکہ اور یہودیوں اور عیسائیوں کی سازش سے ان سب جگہوں تک جراثیم پہنچ گئے ہیں کہ اسلام پر اعتماد متزلزل ہو جائے اور اسلام پر عمل کرنے کو وہ فرسودگی اور رجعت پسندی اور Fundamentalism سے تعبیر کرنے لگیں اور ایک پڑھے لکھے آدمی کو شرم آنے لگے کہ ہم حاشا وکلا Fundamentalist نہیں ہیں۔ آپ کو وہ کام کرنا ہے کہ لوگوں سے سینہ تان کر اور آنکھیں ملا کر یہ کہیں کہ ہاں ہم Fundamentalist ہیں اور ہمارے نزدیک Fundamentalism ہی دنیا کو بچا سکتا ہے اور ساری خرابی اور سارا فساد Fundamentalism نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کوئی اصول نہیں' کوئی معیار نہیں' کوئی حدود نہیں' صرف نفس پرستی ہے' صرف خواہش پرستی ہے' صرف اقتدار پرستی ہے' صرف سیاست پرستی ہے' اس لیے آپ کو تیاری کرنی ہے اور دوسروں کو بھی تیار کرنا ہے۔ بس میں انہی الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔

(بہ شکریہ تعمیر حیات لکھنؤ)

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

جدید عالمی نظام کے لیے امریکی لائحہ عمل

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ہمیں ایک دردمند بھائی نے یہ وثیقہ ارسال کیا۔ یہ امریکی قومی مجلس امن کے فیصلہ پر مبنی ہے جو اس نے ۱۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ سے نشر کیا۔ یہ جدید امریکی نظام کے اہم نکات کا بیان ہے۔

۱۔ مستقبل میں قیام امن کے نظام اور دیگر ممالک مثلاً" فرانس' برطانیہ' اٹلی اور روس کو شامل کیا جانا چاہیے۔

۲۔ ایران اور ترکی ایسے غیر عربی ممالک کو ان ممالک کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار کیا جانا چاہیے جنہوں نے ہمارے ساتھ مل کر عراق کے خلاف جنگ لڑی مثلاً" خلیجی ریاستیں' مصر' شام اور مراکش۔

۳۔ ایران اور عراق میں ہونے والے واقعات کے پیش نظر ہماری مستقبل میں سیاست یہ ہوگی کہ ایک ایسی فوج تیار کی جائے یا موجود رکھی جائے جو کسی بھی دوسری فوجی طاقت کا مقابلہ کر سکے۔ اس طرح اس منطقہ (مشرق وسطیٰ) میں طاقت کا توازن بھی قائم رہے گا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ کسی عرب ریاست یا ترکی یا ایران یا ایتھوپیا (حبشہ) کو (علاقہ کا پولیس مین بنا کر اسے یہ اجازت بھی دی جائے کہ وہ) امریکی مفاوات کے لیے خطرہ بن سکے۔

۴۔ خلیجی ریاستوں کی دفاعی طاقت (نہ کہ جنگی صلاحیت) کو بہتر بنایا جائے اور یہاں فوجی خدمات کو لازمی بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ ان ریاستوں کے ہمسایہ ممالک میں سے کسی کو بھی فوجی اعتبار سے اس قدر طاقتور نہ بننے دیا جائے کہ وہ ان پر حملہ آور ہو سکے۔

۵۔ جارحانہ اور مکمل تباہ کن جنگی ساز وسامان کی فروخت عربی اور اسلامی ممالک کے لیے بند کر دی جائے۔

۶۔ اگر کسی خاص ضرورت کے تحت اس (مذکورہ بالا) قسم کا اسلحہ ان ممالک کو فروخت

کرنا ہی پڑے تو درج ذیل امور کو مد نظر رکھنا ہوگا۔

(۱) ایسا اسلحہ زیادہ مقدار میں نہ دیا جائے۔

(۲) اس قسم کا اسلحہ نہ دیا جائے جو تیزی کے ساتھ حرکت میں لایا جا سکے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے۔

(۳) فاضل پرزہ جات پوری مقدار میں نہ دیے جائیں۔

(۴) اس اسلحہ کا سودا پانچ عرب ریاستوں (غالباً" سعودی عرب، عرب امارات، شام، مصر اور مراکش) کی نگرانی میں کیا جائے۔

(۵) بعض مخصوص اقسام کا اسلحہ فروخت نہ کیا جائے بلکہ کرایہ پر دیا جائے۔

۷۔ شام، مصر اور بعض دوسری چھوٹی غیر عرب ریاستوں مثلاً" ایران، ترکی اور ایتھوپیا کی معمولی نمائندگی کے اشتراک سے ایک مشترکہ امن فوج تیار کی جائے۔

۸۔ خلیجی ریاستوں کی دولت جو ان پر حملوں کا سبب بنی ہوئی ہے، کی مناسب تقسیم ایک بینک برائے تعمیر کے ذریعے عمل میں لائی جائے گی مگر اس بینک کی اصل پالیسی امریکہ، برطانیہ اور فرانس وضع کریں گے۔ اس بینک کی نمایاں ترجیحات یہ ہوں گی۔

(۱) مشترکہ امن فوج کا کنٹرول سنبھالنا

(۲) ایسے ممالک میں بڑے منصوبوں کی تعمیر و تکمیل کے لیے فنڈ مہیا کرنا جو (مذکورہ بالا) مشترکہ فوج کے معاون ہوں مثلاً" شام۔

(۳) اسی طرح ان بعض غیر عرب ممالک میں ایسے منصوبوں کی تکمیل کے لیے فنڈز مہیا کرنا جو اس منطقہ میں امن کے لیے بڑا رول ادا کر سکتے ہیں مثلاً" ایران، ترکی اور حبشہ۔

(۴) بعض غیر اہم اور غریب حکومتوں مثلاً" یمن، تیونس اور سوڈان کی مالی معاونت کرنا، البتہ ان حکومتوں کی اس طرح مدد کرتے وقت ان باتوں کو زیر غور رکھنا ہوگا۔

(ا) یہ مالی مدد صرف معمولی قسم کی تعمیر و ترقی کے لیے ہو۔

(ب) اس کے بدلے ان سے مضبوط تعلقات کی استواری کی توقع کرنا۔

(ج) اس مالی مدد کا مقصد ان حکومتوں سے امریکی پالیسی کی ہمنوائی کرانا ہوگا۔

۹۔ تمام عرب ملکوں کے ایسے حکومتی نظاموں کو تبدیل کرنا جو امریکی پالیسی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، اس منصوبہ کی بعض تفصیلات یوں ہوں گی۔

الف۔ خلیجی ریاستیں : ان ریاستوں کے حکومتی نظام میں ردوبدل کی کوئی ضرورت

نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ امریکی پالیسی کی پرجوش حامی رہی ہیں اور رہیں گی۔ ان کے اس حکومتی نظام کو باقی رکھنا ہی امریکی مفادات کا تحفظ ہے۔ البتہ یہ کوششیں جاری رکھی جائیں کہ ان ریاستوں میں زمام اقتدار ایسے افراد کے ہاتھوں میں آئے جو مغرب کے تعلیم یافتہ ہیں اور ایسی کوششیں بھی کی جائیں جن کی بدولت ان ریاستوں کی مذہبی ثقافت کو بدل دیا جائے۔

ب۔ **دیگر ممالک** : (۱) **شام:** شام کے حکمران حافظ الاسد ہمیں قبول ہیں۔ انہیں اس منطقہ میں کام کرنے کا موقع دیا جانا چاہیے۔ شام کو ترقی کے اس مقام پر لے جانا چاہیے جو حافظ الاسد کو اس خطہ کا مرد آہن بنا سکے کیونکہ انہوں نے (عراق کے خلاف جنگ میں) عملاً ثابت کر دیا ہے کہ ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(۲) **مصر:** اگرچہ مصر کی موجودہ قیادت نے (امریکی پالیسی کے اتباع میں) صحیح اور قابل قبول رویہ اختیار کیا لیکن یہ حکومت مصری رائے عامہ کو کنٹرول نہیں کر سکتی لہٰذا ہمیں اس کے بارے میں جدید خطوط پر سوچنا ہوگا۔ در اصل جمال عبد الناصر اور انور السادات کے دور میں آزادی رائے پر پہرہ لگا دیا گیا تھا جس کے جمہوریت پر منفی اثرات ظاہر ہوئے۔ اب ضروری ہے کہ مصر میں جمہوریت کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جانا چاہیے تاکہ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکے اور اسلامیین (بنیاد پرستوں) کو راہ سے ہٹانے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

(۳) **فلسطین اور اسلامی تحریکات** : اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ کو روکنے اور فلسطین کے قبضہ پر مسلمانوں کے (دینی، اخلاقی اور نفسیاتی) دباؤ کو کم کرنے کے لیے ان خطوط پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔

☆ ..... مسلمانوں کو ان کے فروعی اختلافات میں الجھا کر ایک دوسرے سے لڑانا تاکہ وہ اپنی طاقت کا آپ مقابلہ کرتے رہیں۔ جیسے مصر کے محمد الغزالی نے اسلام میں عورت کے مقام کے موضوع کو چھیڑ کر باہمی منافرت کی جنگ کو بھڑکایا۔

☆ ..... وہ خلیجی ریاستیں جو اسلامی شریعت کے نظام پر سنجیدگی سے عمل پیرا ہیں یا اس کے نفاذ کے بارے میں غور کر رہی ہیں، ان کی حکومتوں کو تبدیل کرنا۔ جب کوئی حکومت اسلامی شریعت کا نفاذ کرے، اس کے خاتمہ کے لیے پوری کوشش کرنا، مثلاً سعودی عرب میں شرعی حدود کا نفاذ ہے اس کے لیے ان کے بعض شیوخ کو ورغلانا اور ان کی سرگرمیوں کو معطل کرنا چاہیے۔ اس طرح تمام اسلامی تحریکات اور مظاہر پر کاری ضرب لگانا ضروری ہے۔

☆ ..... جہاں اسلامی ذہن رکھنے والی حکومتوں کے بدلنے سے ایسے شرعی قوانین سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا وہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہوگی کہ وہ علماء اسلام جو رائے عامہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں' ان کے خیالات کی عوام تک رسائی میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہوں گی۔

☆ ..... حساس قسم کے حکومتی اداروں میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کو ملازمت کے مواقع نہیں ملنا چاہئیں۔ یہ پالیسی صرف خلیجی ریاستوں تک ہی محدود نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ کار تمام اسلامی ریاستوں تک بڑھانا ہوگا۔ اسلامی فکر کو آگے بڑھانے والوں کو تعلیم و تربیت اور ابلاغ عامہ کے ذریعے اپنے خیالات عوام الناس تک پہنچانے سے روکنا ہوگا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی بدولت اسلام کی ترویج و ترقی کے لیے کام کرنے والوں کو رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً" عبد العزیز' عبد الستار اور یوسف القرضاوی نے انہی ذرائع (تعلیم و تربیت اور ابلاغ عامہ) سے عوام الناس میں پذیرائی پائی۔ اسی طرح بعض عراقی کویت کی شمولیت حاصل کر کے طاقت ور بن گئے اور اسلامی فکر کی قیادت ان کے ہاتھ آگئی۔ اسی طرح سعودی عرب میں مناع القطان نے اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔

☆ ..... اسلامیین کو (ان کے اپنے ممالک میں بھی) اقتصادی اور اجتماعی معاملات میں نمایاں مقام پیدا کرنے سے باز رکھنا ہوگا ورنہ وہ ان کے توسط سے اپنے ممالک سے باہر بھی اثر انداز ہوں گے۔

۱۰۔ بہت ہی قابل توجہ معاملہ عرب اور مسلمان ممالک سے افرادی قوت کا خلیجی ریاست میں آنے کا ہے۔ اس کا روکنا نہایت ضروری ہے۔ ان کے مقابل افرادی قوت کا سری لنکا' فلپائن اور تھائی لینڈ سے لانا ضروری ہے کیونکہ ان ممالک سے لائی گئی غیر مسلم افرادی قوت اسلامی اعتقادات اور اقدار پر منفی اثرات چھوڑے گی۔ اگر ان تین ملکوں کی افرادی قوت ضرورت کا معیار یا مقدار پوری کرنے سے قاصر ہو اور دیگر ممالک (اسلامیہ اور عربیہ) سے لوگ منگوانا ہی پڑیں تو پھر یہ ملحوظ رکھنا ہوگا کہ وہ پاکستان یا بنگلہ دیش سے نہ ہوں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ دیگر (غیر مسلم) ممالک سے رابطہ رکھا جائے۔ (تا کہ بوقت ضرورت وہاں سے افرد بلائے جا سکیں)

۱۱۔ ضروری ہو گیا ہے کہ (مسلم ممالک کے) نظام تعلیم اور ثقافت کو تبدیل کیا جائے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں کا وقت بڑھایا جائے۔

۱۲۔ اسلامی اور دینی جماعتوں مثلاً" سلفی اور اخوانی کے مابین اختلافات کی حوصلہ افزائی کر

کے انہیں زیادہ بڑھایا جائے۔

۱۳۔ اسلامی فکر و کردار رکھنے والی حکومتوں بشمول پاکستان اور سوڈان کو پسماندگی اور مشکلات کا شکار رہنے دیا جائے۔

امریکی قومی مجلس امن کا یہ ۱۳ نکات پر مشتمل نئے عالمی نظام کا منصوبہ کس قدر جامع ہے؟ کتنی ژرف نگاہی اور مطالعاتی کاوشوں کے بعد تیار کیا گیا ہے؟ کتنا قابل عمل' عالم اسلام کی دشمنی میں کس قدر چابک دست ہے؟ اور کس قدر واضح حکمت عملی رکھنے والا ہے؟ اس کا اندازہ تو ہم میں سے ہر ایک نے اس کے ترجمہ سے کر ہی لیا ہو گا بشرطیکہ ہماری سوچ و فکر کے سوتے بالکل ہی خشک نہ ہو گئے ہوں اور ہماری رگ حمیت نے پھڑکنا بالکل ہی نہ چھوڑ دیا ہو یا امریکی دیو استبداد کے سامنے ہماری مرعوبیت احساس کمتری کی تمام حدود کو پھاند نہ چکی ہو اور ہم مکمل طور پر اپنی بردباری پر رضامند نہ ہوئے ہوں۔ البتہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے ہم اس کے اہم نکات کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں۔

(۱) امریکہ کو اس نئے عالمی نظام کے نفاذ کے لیے کفر کے ملت واحدہ ہونے پر یقین ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہاں کسی غیر مسلم ملک کے لیے امریکہ نے نہ کسی خطرہ کا امکان ظاہر کیا ہے نہ کسی کے خلاف خطرہ کی منصوبہ بندی کی ہے۔ بلکہ اس کی ابتداء ہی اس سے کی ہے کہ اس منصوبہ کے تحت مستقبل میں قائم ہونے والے امن میں فرانس' برطانیہ' اٹلی اور روس کو بھی شامل کیا جائے۔ اگر کفر اپنے تمام جغرافیائی' سیاسی' اقتصادی اور نسلی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف ملت واحدہ ہے تو کیا ایک اللہ' ایک رسول ﷺ' ایک قرآن اور ایک کعبہ کو ماننے والے مسلمان کفر کے خلاف ایک امت نہیں بن سکتے؟ آخر اغیار کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا شکار ہو کر وہ کب تک آپس میں ہی دست و گریباں رہیں گے؟ ان کے بھول پن اور سادگی بلکہ نادانی کا سلسلہ کب ختم ہو گا اور گم گشتہ مومنانہ فراست جو ان کی اصل متاع گرانمایہ ہے' انہیں کب واپس ملے گی؟ یہ کب اپنی ہی عقل سے اپنا نفع و نقصان سوچیں گے؟ اور اپنے ماضی اور حال پر اپنی ہی نگاہ بصیرت ڈال کر اپنے مستقبل کا خاکہ وضع کریں گے؟

(۲) امریکہ کو خلیج کی دولت اور اس کے جغرافیائی اور اقتصادی پوزیشن اس قدر عزیز ہے کہ اس کے عالمی نظام جدید کے منصوبہ کا اکثر و بیشتر اس کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے وہ ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ ہر اس ملک کا دشمن ہے جو اس کی طرف میلی

آنکھ سے دیکھے اور ہر اس ملک کی مدد کے لیے آمادہ ہے جو اس کی دولت کی حفاظت کے لیے امریکہ کا معاون بنے۔ اس پر اتنا ہی دریافت کرنا کافی ہو گا کہ خلیج کی دولت عربوں اور مسلمانوں کی ہے یا امریکہ کی؟ جب اس دولت کے اصل مالک عرب اور مسلمان ہیں تو پھر امریکہ کو اس کی حفاظت کا اس قدر جنون کیوں؟

غالباً" اصل مالک اس دولت کا امریکہ ہے۔ عرب تو محض پہرہ دار ہیں۔ آپ نے اس منصوبہ کے نکتہ نمبر ۸ میں پڑھا ہو گا کہ اس خطہ کی دولت کی تقسیم بھی امریکہ اپنی مرضی سے ایک بینک برائے تعمیر و ترقی کے ذریعے کرنا چاہتا ہے۔ البتہ اس بینک کی مالیاتی پالیسی وضع کرنے میں وہ برطانیہ اور فرانس کا مشورہ لے گا جو مل کر یہ طے کریں گے کہ خلیج کی دولت میں سے کن کن ممالک کی کن کن شکلوں میں مدد کی جائے؟ امریکہ اور اس کے حواریوں کی اس سوچ و فکر بلکہ لائحہ عمل سے آپ کن نتائج کی توقع کرتے ہیں؟ میرے خیال میں جواب واضح ہے۔

(۳) خلیجی ریاستوں میں افرادی قوت کے برآمد کرنے میں بھی امریکہ اپنی پالیسی ان ریاستوں کو دے رہا ہے۔ یہاں پہلے افرادی قوت پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، سوڈان اور مصر فراہم کرتے ہیں مگر امریکہ کو پاکستان، بنگلہ دیش اور سوڈان کے سادہ دل مسلمانوں کی پختگی ایمان سے خطرہ ہے، وہ جانتا ہے کہ یہ افراد خلیج میں اپنی اسلامی اقدار اور معتقدات کے ساتھ آتے ہیں اور یہاں کے عوام کو بھی متاثر کرتے ہیں اور انہیں مسلم بن کر رہنے کی عملی ترغیب دیتے ہیں۔ دوسری طرف یہاں سے دولت کما کر اپنے ممالک بھیجتے ہیں تو یہ دولت وہاں کی اسلامی تحریکات کی معاونت کا ذریعہ بنتی ہے یا کم از کم ان کما کر لے جانے والے افراد کو مالی طور پر اس قدر مستحکم کر دیتی ہے کہ بھوک کے ڈر سے یا دولت کے لالچ میں امریکی پالیسیوں کی ہمنوائی نہیں کرتے بلکہ بے خوف مخالف بن جاتے ہیں۔

امریکہ ایسے افراد اور ممالک کو ان کی اسلامیت کی سزا دینے کے لیے خلیجی ریاستوں کو آمادہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ افرادی قوت سری لنکا، تھائی لینڈ اور فلپائن سے منگوائیں۔ اس سے امریکہ دو شکار کرنا چاہتا ہے۔ ان ممالک کے کافر لوگ آکر مسلمانوں کے اسلامی عقائد و نظریات، جنہیں دولت کی تپش نے اگرچہ پگھلا دیا ہے، کو کمزور کریں گے اور ان کی دینی ثقافت کو خراب کریں گے۔ نیز یہاں سے دولت کے بہاؤ کا رخ اسلامی ممالک سے غیر مسلم ممالک کی طرف ہو جائے گا۔ نتیجتاً" اسلام کمزور اور کفر معاشی طور پر مستحکم ہو گا جو

امریکہ کی اصل غرض ہے۔

(۴) اسلحہ کی فروخت کے بارے میں امریکی پالیسی اگرچہ خلیج کی دولت کے محور پر گردش کرتی نظر آتی ہے کیونکہ وہ خلیج کا دفاع اس لیے مضبوط بنانا چاہتا ہے کہ اس کی دولت محفوظ رہے مگر وہ خلیجی ریاستوں (جو کہ مسلمان بھی ہیں) کو اس قدر مضبوط نہیں دیکھنا چاہتا کہ کل وہ امریکی امداد سے بے نیاز ہو کر اپنی دولت کی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائیں۔ لہٰذا وہ انہیں بھی صرف دفاعی قسم کا اسلحہ برآمد کرے گا اور وہ بھی غیر مکمل۔ اگر آپ اس منصوبہ کے نکتہ ۳ اور ۴ کو دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ امریکہ کی اسلحہ پالیسی دراصل امت مسلمہ کو کمزور کرنے اور غیر مسلم ممالک کو طاقتور بنانے پر مبنی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان ممالک زیادہ سے زیادہ اپنے دفاع کے اہل ہوں اور وہ بھی ایسے ممالک جو امریکی نظام جدید کے ہم نوا بلکہ مبلغ بن کر رہنے کا عہد کریں اور عملی ثبوت بھی دیں۔ رہے باقی مسلم ممالک تو انہیں امریکہ اپنا دشمن گردانتا ہے۔ لہٰذا انہیں دفاعی طور پر کمزور بنانا اور ان پر بوقت ضرورت ضرب کاری لگانا اپنا حق سمجھتا ہے۔

(۵) امریکہ مسلم ممالک کی قیادت بھی اپنی مرضی اور منشا کی چاہے گا اور وہ ہر ناپسندیدہ قیادت کو ہٹانا اور پسندیدہ قیادت کو آگے لانا چاہتا ہے۔ اس پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا معیار امریکہ متعین کرے گا۔ گویا کسی بھی مسلم ملک کے عوام کو یہ حق نہیں کہ اپنی مرضی کی قیادت بذریعہ استصواب رائے یا بذریعہ مشاورت اہل علم وخبر آگے لائیں۔ بلکہ انہیں امریکی پسند وناپسند کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں امریکہ ان افراد کو قیادت کے لیے بہتر سمجھتا ہے جو مغرب کے تعلیم یافتہ ہوں یا امریکہ پالیسی کے فریفتگان میں سے ہوں۔ کسی اسلامی سوچ وفکر کے حامل غیرت مند مسلمان کو یہ حق نہیں ملنا چاہیے جیسا کہ الجزائر میں اسلامک سالویشن پارٹی کا حشر ہوا ہے جس کے غیور افراد واضح عوامی تائید کے باوجود جیلوں میں ہیں۔

☆ ـــــ اگر امریکی منصوبہ کی شق ۹ جو اس منصوبہ کی طویل ترین شق ہے' پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ امریکی پسندیدگی و ناپسندیدگی کی ترجیحات بالکل واضح ہیں۔ اسے خلیجی ریاستوں متحدہ عرب امارات' عمان' بحرین' قطر' کویت اور سعودی عرب کی وفا پر تو کوئی شک وشبہ ہی نہیں' نہ اسے حافظ الاسد جیسا مرد آہن بھی چاہیے مگر مصری قیادت وفاداری میں استواری کے باوجود قابل قبول نہیں کیونکہ وہ اسلامی تحریکات کو کچلنے میں ناکام رہی ہے۔

اصل میں امریکہ کو صرف اسلامی تحریکات اور اسلامی فکر کے حامل افراد کا ڈر ہر وقت لگا رہتا ہے۔ اس کی ساری منصوبہ بندی اور کاوش کو اگر کسی ایک نکتہ پر مرتکز کیا جا سکتا ہے تو وہ امریکہ کی اسلام دشمنی ہے۔ وہ اسلام اور اسلام کے نفاذ کی تمام کوششوں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس کی خاطر وہ بڑی عیارانہ پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ اس پالیسی کے نمایاں پہلو یہ ہیں:

۱۔ مسلمانوں میں گروپ بندی اور فرقہ واریت کے ذریعے داخلی انتشار پیدا کرنا اور انہیں آپس میں دست و گریباں کر کے ان کی قوت کو ختم کرنا، ایسے سکالرز کی حوصلہ افزائی کرنا جو مسلمانوں میں انتشار کو ہوا دینے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

۲۔ ان ممالک کی حوصلہ شکنی کرنا جن میں اسلامی حدود نافذ ہوں یا وہ کرنے والے ہوں۔

۳۔ اسلامی تحریکات کے محرکین کے لیے مشکلات پیدا کرنا، ان پر ابلاغ عامہ کے دروازے بند کرنا، انہیں مالی اور معاشی پریشانیوں کا شکار کرنا تا کہ ان کی توجہ ان کے اصل کام یعنی ترویج اسلام سے ہٹ کر فکر معاش میں کھو جائے، ایسے افراد کو حساس حکومتی عہدوں پر متمکن نہ ہونے دینا۔

(۶) امریکی منصوبہ کی آخری شق، غالباً" امریکی کرب کی سب سے واضح صورت، میں پاکستان اور سوڈان ایسے ممالک کو بطور سزا مالی امداد اور جنگی ساز وسامان نہ دینے پر مشتمل ہے کیونکہ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اسلامی سوچ رکھتے ہیں اور یہاں کے عوام ملک میں اسلام کی حکمرانی چاہتے ہیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ یہ ممالک معاشی پسماندگی اور بھوک کا شکار ہیں۔ نہ ان کے عوام فارغ البال ہوں اور نہ اسلامی تحریکات کے لیے سوچ سکیں، نہ وقت نکال سکیں۔

☆ --- سارے امریکی منصوبہ پر طائرانہ نظر ڈالیں تو اس میں پسندیدہ ممالک خلیجی ریاستیں ہیں۔ غالباً" اپنی دولت کی وجہ سے جو امریکہ کا مطمع نظر ہے۔ قابل قبول ایران، شام، مصر اور حبشہ ہیں کیونکہ وہ امریکہ کے لیے خلیجی دولت کی حفاظت میں اس کے معاون بنے ہوئے ہیں۔ ناپسندیدہ پاکستان، بنگلہ دیش، الجزائر، لیبیا اور سوڈان ہیں کیونکہ یہاں اسلامی تحریکیں موثر ہیں اور امریکہ کے لیے خطرہ ہیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۵ جولائی ۹۲ء)

جناب ارشاد احمد حقانی

مغرب اور اسلام

مسابقت کی دوڑ اور امکانی نتائج

موجودہ صدی کے وسط میں بہت سے مسلمان ممالک سیاسی آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوئے تو ان کے سامنے یہ بہت بڑا سوال حل طلب تھا کہ اپنی اپنی حیات اجتماعی (وسیع تر مفہوم میں) کی تشکیل نو کن خطوط پر کریں۔ اس وقت عالم اسلام اپنے انحطاط کی سب سے نچلی حدوں کو چھو رہا تھا اور اگرچہ بعض ممالک نیم آزادی کی کیفیت کے حامل تھے لیکن عملاً وہ مغرب کی ذہنی اور فکری غلامی کی گرفت میں تھے۔ ۲۰ ویں صدی کے اوائل میں بہت سے اسلامی مفکرین نے اسلام کو ایک نظریہ زندگی کے طور پر پیش کیا اور مسلمان معاشروں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اسلام کو ان کی حیات اجتماعی کی بنیاد بننا چاہیے۔ اگر مصر اور مشرق وسطیٰ میں اخوان المسلمون کی تحریک کی بنیاد حسن البناء شہید نے رکھی تو پاک و ہند میں علامہ اقبال اور مولانا مودودی نے اور ان سے پہلے ابوالکلام آزاد نے "اسلام کی طرف مراجعت" کا نعرہ لگایا۔ عین اسی زمانے میں دنیا کے دوسرے بہت سے اسلامی ممالک میں بھی ایسے مفکرین ابھرے جنہوں نے اسلام کی تشریح جدید محاورے اور جدید زبان میں کی۔ ان میں امام خمینی کے علاوہ ڈاکٹر علی شریعتی اور سید قطب شہید اور علامہ اسد نمایاں ہیں۔ ان تمام حضرات کے زیر اثر طاقتور اسلامی تحریکیں ابھریں اور انہوں نے اپنے اپنے علاقوں سے نکل کر دنیا بھر کے مسلمان مفکرین کو بالخصوص متاثر کیا۔ ایک نچلی سطح پر ایک اسلامی تحریک کی بنیاد حال ہی میں وفات پانے والے ڈاکٹر کلیم صدیقی نے رکھی تھی۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں مسلم انسٹی ٹیوٹ قائم کیا اور اس کا مقصد اسلامی احیاء کے لیے علمی جدوجہد کو قرار دیا۔ ڈاکٹر کلیم صدیقی کو فوت ہوئے قریباً ایک سال ہو چکا ہے۔ ان کی مسلم انسٹی ٹیوٹ قائم و دائم ہے اور ڈاکٹر صدیقی کے نائب ڈاکٹر غیاث الدین صدیقی کی قیادت میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ اپنی وفات سے چند سال پہلے ڈاکٹر کلیم صدیقی نے برطانیہ کی

مسلم پارلیمنٹ قائم کی اور اس کے پلیٹ فارم سے برطانوی مسلمانوں کے مطالبات کو اجاگر کرنا شروع کیا۔ میں کسی اگلے کالم میں اس مسلم پارلیمنٹ کا تفصیلی تعارف کراؤں گا لیکن یہ ادارہ دوسرے کئی میدانوں میں بھی اسلامی فکر کو نمایاں کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ چنانچہ اس کے زیر اہتمام آج ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو لندن میں ایک سیمینار منعقد ہو رہا ہے جس کا عنوان ہے :

The Shifting Balance of Power in the Politics of Islam and the West.

اس کا ذیلی عنوان ہے :

Islam phobia .... The oldest hatred.

اس مذاکرے کا اہتمام وقت کے ایک انتہائی اہم موضوع پر غور و فکر کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مذاکرے کے عنوان سے ظاہر ہے، کئی ملکوں سے تعلق رکھنے والے مفکرین اس مجلس میں اس بات کا جائزہ لیں گے کہ مغرب کی اسلام دشمنی کی حقیقی بنیاد کیا ہے اور حال اور مستقبل میں اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم اور اس کے نتائج کے کیا امکانات ہیں۔ ڈاکٹر غیاث الدین صدیقی نے ازراہ کرم حالیہ سفر کے دوران مجھے اس مقالے کا مسودہ دکھایا جو وہ اس کانفرنس میں پڑھنے والے ہیں۔ میں اپنے قارئین کے فائدے کے لیے اس مقالے کے بعض مباحث یہاں پیش کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر غیاث الدین کہتے ہیں کہ آج عالم اسلام اور خود مسلمان اپنی تاریخ کے انتہائی اہم موڑ پر کھڑے ہیں۔ وقت کی غالب تہذیب یعنی تہذیب مغرب اسلامی تہذیب کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے لیکن ڈاکٹر صدیقی کے خیال میں مغرب اب اپنے عالمی غلبے کے دور کے ایک ایسے مقام تک پہنچ چکا ہے جہاں اس کے لیے اپنے غلبے کو برقرار رکھنا ممکن نہیں رہے گا۔ اشتراکیت کم از کم فی الحال اپنی موت مر چکی ہے اور اب سرمایہ داری کے زوال کا وقت قریب آ رہا ہے۔ اس لیے کہ اشتراکیت اور سرمایہ داری دونوں کے بنیادی فلسفے اور تصورات حیات بالکل ایک ہیں۔ ڈاکٹر صدیقی کہتے ہیں کہ تہذیب مغرب اور اسلامی تہذیب قطعی طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مغربی تہذیب سیکولر ہے اور عیسائیت کا نام لینے کے باوجود وہ حقیقت میں مذہب سے اپنا ناطہ توڑ چکی ہے اور وہ اچھی طرح سمجھتی بھی ہے کہ اس کے اور اسلامی تہذیب

کے درمیان کوئی قدر مشترک موجود نہیں۔ جوں جوں اسلام اور مغربی تہذیب کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہو رہا ہے اور مغرب کو یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ عالم اسلام پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے میں ناکام ہو رہا ہے تو مغربی ممالک میں موجود مسلم اقلیتیں اس کے غیظ و غضب کا نشانہ بن رہی ہیں۔ اس کی چند مثالیں بوسنیا، چیچنیا، الجزائر وغیرہ ہیں۔ مغرب ہمیشہ اسلامی ممالک کو ان کے وسائل سے محروم کرنے کے لیے اپنی ڈپلومیسی استعمال کرتا ہے جس نے مغرب میں ایک مصنوعی ارفع معیار زندگی برقرار رکھنے میں اسے اب تک کامیابی ہوئی ہے۔ مغرب کو سستا تیل، سستے خام مال اور توانائی کی بعض دوسری سستی شکلیں دستیاب رہی ہیں۔ مغرب کو ترقی پذیر بالخصوص مسلمان ممالک کی منڈیاں بھی حاصل ہیں۔ نیز اسے ایسی سستی تربیت یافتہ لیبر بھی دستیاب ہے جو مسلمان ممالک سے ہجرت کر کے مغرب میں رہائش پذیر ہیں۔ جوں جوں عالم اسلام اور مغربی ممالک کی مسلمان اقلیتیں اپنے آپ کو منوانے کی کوشش میں آگے بڑھ رہی ہیں، مغرب اپنا حقیقی چہرہ بے نقاب کر رہا ہے۔ اس وقت مغرب کو بہت سے میدانوں میں اسلامی دنیا پر فوقیت حاصل ہے اور وہ کئی حوالوں سے ایک بالاتر حیثیت کا حامل ہے۔ لیکن چونکہ اسلامی تہذیب کی بنیاد "حق" ہے اور مغربی تہذیب کی بنیاد "باطل" ہے اس لیے طاقت کے موجودہ عدم توازن کے باوجود اسلامی نظریہ زندگی غالب آ کر رہے گا۔ مغرب نے احیائے علوم کی تحریک کے لیے محرکات ان اسلامی ممالک اور اسلامی مراکز سے حاصل کیے جو صرف چند سو سال پہلے تک دنیا کے غالب علمی اور تہذیبی مراکز تھے۔ اس وقت بد قسمتی سے اکثر مسلمان ممالک میں ایسی حکومتیں برسر اقتدار ہیں جو مغرب کے گماشتوں اور ان کے مفادات کے حلیفوں پر مشتمل ہیں۔

مسلمان ممالک کے یہ حکمران طبقے حقیقی اسلامی احیاء کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس لیے کہ وہ فکری، عملی، اخلاقی اور مادی حوالوں سے مغربی استعمار سے ابھی تک بہت حد تک منسلک ہیں اور ان کے فلسفے اور اعمال اسلام کی حقیقی روح سے مطابقت نہیں رکھتے۔ پاکستان ان ملکوں میں سے ایک ہے جو ایسے ہی حکمران طبقے کی گرفت میں ہے جو اپنے سابق آقاؤں کا ہر حوالے سے محض اندھا مقلد تو نہیں ہے لیکن پھر بھی آپ نے دیکھا کہ ملکہ برطانیہ کے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران ہم نے جواز اور اپنی بساط سے بڑھ کر ملکہ کی پذیرائی کی۔ اور اپنی آنکھیں ان کے راستے میں بچھا دیں۔ حد یہ ہے کہ قومی اسمبلی کے اسپیکر نے ان سے یہ تک کہہ دیا کہ میں آج بھی اپنے آپ کو آپ کی رعایا سمجھتا ہوں اور میرے لیے یہ بڑے فخر کی بات

ہے۔ جناب وسیم سجاد نے جو ویسے تو کھرے اور سچے پاکستانی ہیں' بڑی حسرت سے کہا کہ آپ ہماری ملکہ ہیں اور آپ کے بعد شاید ہمیں کوئی ملکہ نصیب نہ ہو۔ اکثر مسلمان ممالک کے حکمرانوں کا رویہ اپنے سابق استعماری آقاؤں کی ترجیحات کا آئینہ دار ہے لیکن خوش قسمتی سے اب مسلمان عوام میں بیداری اور اسلام کی طرف مراجعت کی ایک نئی لہر چل رہی ہے اور اگر مسلمان دنیا میں کہیں ایک سچا اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مغرب اور اس کے گماشتے اسلام کے غلبے کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

ماضی میں مغرب اور اسلام یکے بعد دیگرے غالب اور فائق و برتر رہے۔ ایک وقت تھا جب معلوم ہوتا تھا کہ اسلام یورپ پر غالب آجائے گا۔ جب عالم اسلام اپنے عروج پر تھا تو عیسائی یورپ غریب' پسماندہ اور بے وسیلہ تھا۔ عالم عیسائیت چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں بٹا ہوا تھا۔ سیاسی کے علاوہ مذہبی محاذ پر بھی مغرب ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔ قریباً" ایک ہزار سال تک سپین عربوں کے غلبے سے لے کر ویانا کے دوسرے محاصرے تک جو ترکوں نے کیا' یورپ اسلام سے مغلوبیت کے "خطرے" سے دوچار تھا۔ یہ بھی امکان پایا جاتا تھا کہ اگر مسلمان غالب آگئے تو دنیائے عیسائیت کا بڑا حصہ اسلام قبول کر لے گا۔ آخر شمالی افریقہ' مصر' شام اور عراق کے کچھ حصے ایک زمانے میں عیسائی مذہب کے ماننے والے تھے اور وہاں عیسائیت کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ اسلام کے امکانی غلبے کے خلاف یورپ کا رد عمل صلیبی جنگوں کی صورت میں سامنے آیا لیکن یہ جنگیں اسلام کے غلبے کے لیے کسی بڑے خطرے کی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ ویانا کے دوسرے محاصرے کی ناکامی اور ۱۶۹۹ء میں ہونے والے معاہدہ امن نے یورپ پر اسلام کے غلبے کے امکانات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا دیا۔ ۱۹۲۴ء میں جب اتاترک نے خلافت ختم کی تو یوں محسوس ہونے لگا کہ یورپ اب اسلام پر غلبے کے ایک ایسے عمل میں مشغول ہے جس سے عالم اسلام پوری طرح اس کے زیر نگیں آجائے گا۔ انیسویں صدی اور بیسویں کے اوائل میں پانسا بری طرح پلٹا اور اسلام عالم عیسائیت کے مقابلے پر سپر انداز ہو گیا۔ اسلام کا زوال صرف سیاسی نہ تھا بلکہ علمی' اقتصادی اور تہذیبی بھی تھا۔ چونکہ عالم اسلام فکری اور تہذیبی دائرے میں یورپ سے پسماندہ ہو چکا تھا اس لیے وہ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ ایک ہمہ گیر یورپی غلبے کا شکار بن گیا۔ یورپ کے عروج کی ابتدا تحریک احیائے علوم سے ہوئی۔ یہ تحریک اصل میں اسلامی علوم اور اسلامی طرز فکر کی مرہون منت تھی۔ اگر یورپ کو اسلامی علوم نہ ملتے اور سائنسی طرز فکر وہ اسلام سے مستعار نہ لیتا تو شاید آج بھی یورپ قرون مظلمہ میں رہ رہا ہوتا۔ تاریخ کی یہ عجب ستم

ظریفی ہے کہ اسلامی افکار اور علوم نے یورپ کو تو نشاۃ ثانیہ کے سفر پر رواں دواں کر دیا جبکہ مسلمان خود فکری جمود اور عملی پسماندگی کی گرفت میں آ گئے۔ اگر اس وقت اسلام عروج پر ہوتا تو کچھ عجب نہیں کہ مغرب تحریک احیائے علوم کے بعد اسلامی تہذیب کے زیر اثر آ جاتا۔ اب مغرب کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اسلام کو کلی طور پر مغلوب کر ڈالے۔ اس کے بعد کے زمانے میں عالم اسلام زیادہ سے زیادہ مغرب کے زیر اثر آتا چلا گیا۔ اب عالم اسلام اگرچہ ایک نشاۃ ثانیہ کے دروازے پر کھڑا نظر آتا ہے لیکن وہ اس وقت تک یورپ کے مقابلے میں ایک بالاتر تہذیبی اور سیاسی قوت نہیں بن سکتا جب تک وہ فکری اور علمی اور فنی دائروں میں نہ صرف یورپ کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے سبقت نہیں لے جاتا۔ اس صورت حال کو ڈاکٹر غیاث الدین صدیقی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ..... اس کا ترجمہ یہ ہے:

"اسلام کو اب ایک نیا فکری انقلاب لانا ہوگا۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد توقع کی جا سکتی تھی کہ دنیا میں ہتھیاروں کی دوڑ رک جائے گی' ایسا نہیں ہوا بلکہ ہتھیاروں کی تجارت پھیل رہی ہے کیونکہ مغرب کے مخصوص حلقوں کا مفاد تقاضا کرتا ہے کہ دنیا میں کہیں نہ کہیں جنگ کے شعلے بھڑکتے رہیں۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کا مفاد بھی اسی میں ہے کہ دنیا میں جھگڑے اور تصادم اور رقابتیں جاری رہیں۔ خوش قسمتی سے یورپ میں اس وقت تین کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ یہ مسلمان شاید یورپ کو فکری اور اخلاقی تباہی سے بچانے کا ذریعہ بن جائیں۔ لیکن مسلمانوں کے لیے صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ہمارا دین تمام دوسرے تصورات زندگی اور فلسفہ ہائے حیات سے ارفع ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان فکری اور عملی دائرے میں بھی اپنی برتری ثابت کریں۔"

ڈاکٹر غیاث الدین کہتے ہیں...... اس کا ترجمہ یہ ہے:

"ہمیں جدید دنیا کے لیے ایسے سماجی اور اقتصادی اور سیاسی نظام اور ڈھانچے تعمیر اور پیش کرنے پڑیں گے جو موجودہ اداروں سے برتر ہوں۔ اسلام کو جس فکری انقلاب کی ضرورت ہے' اسے انسانیت کو درپیش مسائل کا حل پیش کرنا ہوگا۔ مغرب میں جو ذہنی اور اخلاقی خلا پایا جاتا ہے اس کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کی قبولیت کا ماحول پیدا ہو رہا ہے۔ اسلام اس وقت دنیا پر چھا گیا تھا جب اس نے بہترین سماجی اور سیاسی نظام برپا کر کے دکھا دیا تھا۔ وہ جہاں بھی گیا اس نے وہاں کے عوام کو مظلوم' استحصال زدہ' غیر تعلیم یافتہ' افلاس کا مارا ہوا اور محروم پایا اور ہر جگہ اسلام کو خود غرض اور غیر منصفانہ سماجی نظام ملے۔ اسلام کی بہتر سماجی اور اقتصادی اور سیاسی تعلیمات

مفتوحہ ممالک کے عوام کو بہتر لگیں اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔"

عالم اسلام اس وقت ایک دوراہے پر کھڑا ہے اور ایک طرف اس کے اندر فکری نشاۃ ثانیہ کے آثار ہیں تو دوسری طرف یورپ میں بسنے والے تین کروڑ مسلمان روز بروز پہلے سے بڑھ کر اسلام کے سفیروں کا کام کر رہے ہیں۔ یہ تین کروڑ مسلمان یورپ کو اسلام کا پیغام پہنچانے کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں اور خود اپنے اپنے آبائی ملکوں کی ترقی میں بھی ایک کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اسلام کے احیاء کے تمام حالات سازگار ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ عالم اسلام میں ایک زبردست علمی اور فکری تحریک اٹھے جو انسان کو درپیش مسائل کا یورپ کے مقابلے پر بہتر حل پیش کر سکے۔ ایسی تحریک کے اٹھنے کے امکانات روشن تر ہو رہے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ ۲۱ ویں صدی نہ صرف اسلام کے غلبے کی صدی بن جائے بلکہ وہ دنیا کو ایک بہتر نظام زندگی بھی دے سکے جس میں جسم اور روح دونوں کے تقاضوں کی تکمیل کا سامان ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر غیاث کا تجزیہ حقیقت پسندانہ ہے اور اسلام کے احیاء کے تصورات محض خیالی نہیں ہیں۔ آج کے دور کا انسان بہت پرانے تصورات اور تعصبات سے آزادی حاصل کر چکا ہے اور اگر وہ یہ محسوس کرے کہ میرٹس کی بنیاد پر اسلام ایک بہتر فلسفہ زندگی ہے تو دنیا

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

کا منظر بھی دیکھ سکتی ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۹۔ اکتوبر ۹۷ء)

اردو، عربی اور انگلش میں معیاری کمپوزنگ کے لیے

الشریعہ کمپوزرز گوجرانوالہ

سے رابطہ کیجئے

مناسب نرخ ○ بروقت کام

جناب خورشید احمد ندیم

امریکہ کا عالمی تسلط اور مسلمان

امریکہ کا عالمی تسلط اس عہد کا مسلمہ ہے۔ دنیا کے نقشے سے سوویت یونین کی غیبت کے بعد اب بالفعل اسی کا اقتدار قائم ہے۔ اس وقت کوئی دوسری ایسی قوت موجود نہیں جو امریکہ کے اس عالمی کردار کے لیے خطرہ ہو۔ یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے صاحبان فکر کو اس کا اندازہ ہے کہ دنیا میں توازن کے لیے کسی دوسری قوت کا جلد یا بدیر ابھرنا ناگزیر ہے۔ چنانچہ وہ وقت سے پہلے ہی ایسے امکان کا سدباب کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کمیونزم کے زوال کے بعد اب سرمایہ داری کو جو چیلنج درپیش ہے، وہ اسلام ہے اور آنے والے وقت میں جو معرکہ برپا ہوگا، اس کا میدان تہذیب وتمدن ہوگا۔ یہ بات اگرچہ مختلف اسالیب میں عرصہ دراز سے کہی جا رہی تھی لیکن ۱۹۹۳ء میں اس وقت یہ باقاعدہ بحث بن گئی جب پروفیسر ہنٹنگٹن نے تہذیبوں کا تصادم Clash of Civiltions کے عنوان سے "فارن افیرز" میں ایک مضمون لکھا۔ "فارن افیرز" میں شائع ہونے والے مضامین کے بارے میں عمومی رائے یہی ہے کہ وہ امریکہ کی سرکاری پالیسی کا مظہر ہوتے ہیں۔

پچھلے کئی سالوں سے بالخصوص سوویت یونین کے زوال کے بعد مغرب اور امریکہ میں ایک مربوط اور منظم مہم کے تحت اسلام کو وحشت وبربریت کی علامت اور انسانی تہذیب کے لیے خطرہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ چونکہ ان کے تسلط میں ہیں اس لیے وہ اس مقصد کے لیے مختص ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ اصطلاحیں جو خالصتاً عیسائیت کے پس منظر میں وضع کی گئی تھیں، انہیں مسلمانوں کے ساتھ منسوب کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر فنڈا منٹلزم Fundamentalism کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں بھی لکھا ہے کہ یہ عیسائیت کے پس منظر میں پیدا ہونے والی اصطلاح ہے لیکن آج امریکہ کا سابق نائب صدر ڈین کوئل Dane Qayle ریڈیکل اسلامک فنڈا منٹلزم کو دنیا کے لیے ایک بڑا خطرہ سمجھتا ہے اور اس کو نازی ازم اور کمیونزم کی مثل قرار دیتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مغرب اور امریکہ اپنا غلبہ قائم رکھنے کے لیے اس تاثر کو قائم رکھنے میں ایک حد تک کامیاب رہے ہیں لیکن اس عالم کے پروردگار نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ حق پر مستقلاً" پردے نہ ڈالے جا سکیں اور وہ کہیں نہ کہیں سے نمودار ہوتا رہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے کبھی سیاہ بادلوں سے آفتاب رونما ہوتا ہے اور زمین کو نور سے بھر دیتا ہے۔ چنانچہ خود مغرب کے اندر یہ احساس شدت کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ یہ ایک مصنوعی فضا ہے جو ایک خاص تہذیب کو غالب رکھنے اور ایک مخصوص قوت کے عالمی تسلط کو قائم رکھنے کے لیے دانستہ پیدا کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ایڈورڈ سعید نے ۱۹۸۱ء میں Covering slam میں یہ بات نمایاں کی تھی کہ مغربی ذرائع ابلاغ کس طرح مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں حقائق کو مسخ کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ امریکہ نے اپنے غلبے کو برقرار رکھنے کے لیے یہ حکمت عملی کیوں اختیار کی اور اس ضمن میں اسلام کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ اس سوال کے جواب کا ایک فکری پہلو ہے اور ایک عملی۔ فکری اعتبار سے دیکھیے تو یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ عالمی سطح پر ایک ہی قوت غالب رہے جیسا کہ ہم نے ابتدا میں عرض کیا۔ مغربی فکر وفلسفے میں بھی یہ بات کسی اور تناظر میں تسلیم کی جاتی ہے۔ ہیگل کا مشہور فلسفہ ہے کہ ہر نظریے Thesis کا ایک جوابی نظریہ Anti Thesis ہوتا ہے۔ دونوں کے درمیان تصادم ہوتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں ایک تیسرا نظریہ Synthesis وجود میں آتا ہے۔ تھوڑے عرصے کے بعد یہ تیسرا نظریہ، پھر ایک نظریے میں Thesis میں ڈھل جاتا ہے اور یہ عمل ایک مرتبہ پھر شروع ہو جاتا ہے۔ اب اس نظریے کو موجودہ حالات پر منطبق کیجیے۔ سرمایہ داری ایک نظریہ Thesis تھا اور اشتراکیت Anti Thesis۔ ان کا تصادم ہوا اور ایک تیسرا نظریہ Synthesis وجود میں آیا جو اس وقت دنیا میں رائج ہے۔ موجودہ عالمی نظام اگرچہ بحیثیت مجموعی سرمایہ دارانہ نظام ہے لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ اس سرمایہ داری سے بہت مختلف ہے جو کمیونزم کے ظہور سے پہلے دنیا میں موجود تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ کمیونزم کے چیلنج نے اس کے زہر میں بہت کمی کر دی ہے۔ آج دنیا میں مزدور کے حقوق تسلیم کیے جاتے ہیں۔ مغرب میں کم از کم معاوضے کی شرح متعین ہے۔ سٹیٹ کو ایک فلاحی ریاست Welfare state بنا دیا گیا ہے۔ یہ سب باتیں انسانیت پر کمیونزم کے احسانات شمار ہوں گے۔ لہٰذا آج ہم جس نظام کے تحت زندہ ہیں، یہ غالب حیثیت میں سرمایہ دارانہ رجحانات کا

حال ہے لیکن اسے ہم ایک نیا نظام سماجی سرمایہ داری Social capitalism قرار دے سکتے ہیں جو ہیگل کے فلسفے کے تحت synthesis قرار پائے گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ اب ایک نظریے Thesis کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اب لازماً" ایک جوابی نظریہ ابھرتا ہے جو بنیادی طور پر اس نظام کی خرابیوں سے جنم لے گا۔ اس سے بچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ مصنوعی طور پر ایک جوابی نظریہ Anti Thesis پیدا کیا جائے اور پھر اس سے کچھ خطرات منسوب کر کے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ چونکہ جوابی نظریہ زیادہ خطرناک ہے اس لیے اسی نظریے کو اس کی خرابیوں کے ساتھ قبول کیا جائے۔ چنانچہ ایک طرف "اختتام تاریخ" End of history کا تصور دے کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ انسان نے دنیا میں جو تہذیبی ارتقاء کرنا تھا' وہ کر چکا ہے اور اس کے بعد کوئی منزل نہیں جسے سر کرنا ہے۔ لہٰذا اب اصل کمال یہ ہے کہ اس صورت حال کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔ دوسری طرف اسلام کو خطرہ بنا کر اس سے ڈرایا جائے۔ اس مقصد کے لیے اسلام کا انتخاب کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس وقت سرمایہ داری اور اشتراکیت کے بعد اگر دنیا میں کوئی تیسرا نظریہ ایسا ہو سکتا ہے جو عالمی سطح پر اثر ورسوخ رکھتا اور انسانیت کے انفرادی واجتماعی مسائل کا کوئی حل پیش کرتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ اس وقت دنیا کا ہر پانچواں آدمی مسلمان ہے اور یہ دنیا میں سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمان دنیا بھر میں مغلوب ہیں اور کہیں بھی ان کی یہ حیثیت نہیں کہ وہ سیاسی طور پر کوئی چیلنج بن سکیں۔ ان کا اجتماعی نظام یعنی ان کی سیاست' ثقافت' معاشرت' معیشت غرض ہر چیز امریکہ کے رحم وکرم پر ہے۔ لہٰذا اگر وہ اسلام کو خطرہ بنا کر پیش کر رہے ہیں تو جانتے ہیں کہ در حقیقت انہیں اسلام اور مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہیں اور یہی بات میرے نزدیک اس مسئلے کا عملی پہلو ہے۔

اس مسئلے کا دلچسپ اور اہم پہلو یہ ہے کہ آج اگر اسلام اور مسلمانوں کو مغرب میں خطرہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے تو اس کی عملی شکل کیا ہے۔ ایک ڈیڑھ سال پہلے جرمن زبان میں ایک کتاب چھپی جس کا انگریزی ترجمہ "اگلا خطرہ" The Next Threat کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کے پہلے باب میں ایک فری لانس صحافی انڈریا لیوگ Andrea Lugg نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ اس وقت مغرب اور امریکہ میں اسلام کو کس رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ان کے خیال میں عیسائیت اہل مغرب کے لیے مذہب سے زیادہ ایک

تہذیب ہے۔ وہ اسلام کو تہذیب کے بجائے ایک مذہب سمجھتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ بنیاد پرستی کا سابقہ لگا کر اس کو ایک خاص شکل دے دی جاتی ہے۔ مشرق وسطی کے حوالے سے "مذہبی جنگوں" کا تصور دیا جاتا ہے۔ انہوں نے بطور حوالہ ٹائم میگزین ۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء کا ذکر کیا ہے جس میں نماز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کی ایک تصویر دکھائی گئی ہے جس کے نیچے لکھا ہے "بنیاد پرستی کے معرکے میں نماز اور بندوقیں ساتھ ساتھ ہیں۔" پھر اہل مغرب کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ ترقی پذیر دنیا جس کی اکثریت مسلمان ہے' کی آبادی میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے اور وہ مغرب کا رخ کر رہے ہیں۔ چنانچہ امیگریشن کو ایک بڑا مسئلہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ "پچاس ملین ایرانیوں کی نصف آبادی کی عمر پندرہ سال سے کم ہے۔ ترکی میں ۱۹۵۰ء کے بعد سے آبادی بیس سے پچاس ملین ہو گئی ہے۔ الجزائر کی آبادی ۲۵ ملین ہے جبکہ ۱۹۶۲ء میں وہاں محض ۱۰ ملین افراد آباد تھے۔ مصر میں پچھلے پچاس سال میں آبادی تین گنا ہو گئی ہے۔ شمالی افریقہ کی طرف سے جنوبی یورپ پر دباؤ میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

اسلام کے معاشرتی آداب بالخصوص پردہ اور عورتوں کا اجتماعی کردار بھی بطور خاص زیر بحث ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام عورت کو گھر میں قید کر کے رکھنا چاہتا ہے۔ اس میں تعدد ازدواج' اختلاط مرد وزن جیسے مسائل بھی زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ انڈریا نے ایک اور دلچسپ بات یہ بتائی ہے کہ اہل مغرب چونکہ روایتی طور پر "دشمن" کو خود سے مختلف دیکھنا چاہتے ہیں اس لیے انہیں دانستہ ایسا ہی بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مشرق وسطی کے بازار' مساجد' لوگوں کا لباس وغیرہ کو ایک خاص زاویے سے پیش کیا جاتا ہے۔

اس فہرست میں ظاہر ہے کہ اضافہ ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام کے بارے میں مغربی تصورات کا یہ دائرہ معاشرت' معیشت اور سیاست کے بہت سے مسائل پر محیط ہے۔

مسلمانوں کو اگر دنیا میں عزت و آبرو کے ساتھ رہنا ہے تو انہیں ان سوالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ دنیا کا دستور ہے کہ کھیل کے قواعد و ضوابط وہی لوگ طے کرتے ہیں جو اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ لہذا ہم اس وقت یہ تو نہیں کر سکتے کہ عالمی تسلط اور غلبے کے اس معرکے میں اپنی مرضی کے ایجنڈے پر اصرار کریں تاہم ہم یہ واضح کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف فرد جرم عائد کرنے میں کہاں کہاں انصاف کا خون کیا گیا۔ مثال کے طور پر ایڈورڈ سعید نے اپنی کتاب Covering Islam کے نئے ایڈیشن کے ابتدائیے میں جو حال ہی میں شائع ہوئی' نیو یارک ٹائمز کی رپورٹر جوڈتھ ملر کی مسلمانوں اور مشرق وسطی سے متعلق ضخیم

کتاب کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کس طرح یہ کتاب مضحکہ خیز حد تک غلط معلومات پر مشتمل ہے۔ مصنفہ عربی زبان کا ایک لفظ تک نہیں جانتیں اور عربی الفاظ کا غلط ترجمہ کرتی ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کو مسلمان اور مسلمانوں کو عیسائی بتاتی ہیں۔

اس عالمی چیلنج کا جواب دینے کے لیے جو تہذیبی بھی ہے اور سیاسی بھی، علمی بھی ہے اور عملی بھی، معاشی بھی ہے اور معاشرتی بھی، مسلمانوں کو ایک لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔ ہمارے نزدیک اس لائحہ عمل کے تین اجزاء ہیں۔ ایک علمی، دوسرا سیاسی اور تیسرا دعوتی واصلاحی۔ یہ معرکہ ظاہر ہے کہ وہی لوگ لڑ سکتے ہیں جو اس کا شعور رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں دین کا حکم بھی یہی ہے کہ وہی لوگ کسی خاص ذمہ داری کے مکلف ہوتے ہیں جو اس کا شعور رکھتے ہیں اور پھر اپنی افتاد طبع کے اعتبار سے اپنے لیے میدان عمل کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ نہ تو دین کا حکم ہے اور نہ ہی عملاً ممکن ہے کہ ایک فرد بیک وقت میدان کارزار میں شمشیر بدست ہو، علم و حکمت کی دنیا میں مصروف جہاد ہو اور ساتھ ہی وعظ و نصیحت کی مجلس بھی برپا کیے بیٹھا ہو۔ لہٰذا امریکہ کے خلاف اعلان جنگ سے پہلے سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اس کی حکمت عملی کیا ہو اور اس کی علمی و فکری بنیادیں کیا ہیں؟

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۸ نومبر ۹۷ء)

امریکہ میں کم عمر ماؤں کی بوائے فرینڈز سے شادی کی سکیم

لندن (جنگ نیوز) امریکہ میں شادی سے قبل جنسی تعلقات کے نتیجے میں ماں بننے والی نو عمر لڑکیوں اور ان کے بوائے فرینڈز کو شادی کے بندھن میں باندھا جا رہا ہے۔ امریکی ریاست کیلی فورنیا کی اورنج کاؤنٹی میں حالیہ مہینوں میں ۱۵ ایسی لڑکیوں کی سوشل سروس کی جانب سے ان کے بچوں کے باپوں سے شادی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض لڑکیوں کی عمر صرف ۱۳ سال ہے۔ کاؤنٹی کے سوشل سروسز ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ لیری لیمین کے مطابق اس اسکیم کا مقصد لڑکیوں کی زندگی تباہ ہونے سے بچانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا مقصد پیسوں کی بچت نہیں بلکہ کم عمر ماؤں کی تعداد میں کمی لانا ہے۔ واضح رہے کہ کیلی فورنیا میں ملک بھر میں سب سے زیادہ کم عمر لڑکیاں مائیں بنتی ہیں۔ بعض حلقوں نے اس اسکیم پر اعتراض کیا ہے تاہم حکومت کا کہنا ہے کہ کم عمر لڑکیوں کو حاملہ کرنے کے ذمہ داروں کو ان کے بچوں کا باپ بننے کی ذمہ داری بھی قبول کرنی چاہیے۔

(روزنامہ جنگ لندن۔ ۱۰ ستمبر ۹۶ء)

جناب رسول بخش پلیجو

دوسری سرد جنگ جاری ہے

۲۷ مارچ کو روزنامہ "جنگ" میں میرا ایک کالم شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا "امریکی یورپی شہنشاہیت دنیا کو پھر فتح کر رہی ہے۔" اب ایک مقامی انگریزی اخبار کے ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں شائع شدہ ایک خبر کے مطابق ملائشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے کسی ملک کا نام لیے بغیر کہا ہے کہ دنیا کے دولت مند ممالک کی طرف سے ان کے سابق غلام ملکوں کو پھر سے غلام بنانے کی مہم کا نیا سامراجی دور شروع ہو رہا ہے۔ چنانچہ یہ ممالک اپنی دولت کو استعمال کر کے پھر سے ہمیں غلام بنانا چاہتے ہیں۔ ملائشیا کے شمالی جزیرے لانگ کلاوے میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرضے کے ضرورت مند ملکوں کو قرضہ دینے والوں کی مرضی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنے کے لیے اقتصادی قوت کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ قوتیں حاسد ہیں اور کوئی ترقی پذیر ممالک اگر کچھ ترقی کرتے ہیں تو وہ ان سے جلتے ہیں۔ ان کو حسد ہے کہ ملائشیا نے اتنی تیزی سے ترقی کیوں کی ہے اور یہاں سب کو روزگار کیوں مل رہا ہے؟ وہ چاہتے ہیں کہ اس کو پھر کنگال بنا دیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے سازش کر کے سٹے بازی کے ذریعے ہمارے سکے رنگٹ کی قیمت گرائی ہے۔ یہ کمزوروں کو دبانے اور عالمی ڈکٹیٹر شپ نافذ کرنے کا طریقہ ہے۔ انہوں نے امریکی کھرب پتی سٹے باز جارج سورس پر الزام لگایا کہ اس نے مجرمانہ سازش کر کے سکوں کی سٹے بازی کر کے جنوب مشرقی ایشیا ممالک کے سکوں کے دام گرائے ہیں اور ملائشیا کی معیشت جو ۸ فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھ رہی تھی، اس کو تباہ کرنے کے لیے ملائشیائی سکے کی قیمت گزشتہ تین ماہ میں ۳۰ فیصد گرا دی گئی ہے اور ملائشیا کے اسٹاک کی قیمتوں کو بھاری ضرب لگائی ہے۔ مہاتیر نے کہا ہے کہ ہمیں اس طوفان سے باہر نکلنا ہے۔ اس نے تاجروں سے کہا کہ وہ چیزوں کی قیمتیں نہ بڑھائیں اور کارخانے داروں کو کہا کہ وہ مزدوروں کو نہ نکالیں۔ مہاتیر نے اعلان کیا کہ ان شاء اللہ ہم جدید دور کی اس غلامی کے طوق کو اپنی گردنوں سے جلد از جلد اتار پھینکیں گے۔

مغربی سرمایہ دار میڈیا کے جادو بیان افسانہ طرازوں نے ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے زوال کے سلسلہ میں جو الف لیلوی کہانیاں گھڑ کر ایک جہان کو مسحور کر رکھا ہے' ان میں سے ایک مقبول عام طوطا کہانی یہ ہے کہ سرد جنگ ختم ہو گئی' سوویت یونین نے خواہ مخواہ دنیا میں شور شرابہ اور دنگا فساد قائم کر رکھا تھا' اب اس کے خاتمے کے بعد دنیا سے عالمی سرمایہ داری کی چھاؤں تلے ایک پر امن عالمی بھائی چارہ قائم ہو گیا ہے۔

اب دنیا کے اندر بڑے اور چھوٹے' طاقتور اور کمزور کے درمیان کوئی ٹکر' کوئی مقابلہ' کوئی لڑائی نہیں' سب برابر ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

بدقسمتی سے یہ سب کہنے کی باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ حقیقت حال کچھ اور ہے -

ہیں کواکب کچھ' نظر آتے ہیں کچھ

گزشتہ چھ برس کی تاریخ ہمیں بتلاتی ہے غریب اور دولت مند' کمزور اور طاقت ور قوتوں کے درمیان سرد جنگ بالکل بھی ختم نہیں ہوئی ہے' اس کی صرف ایک صورت ختم ہوئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک قسم اور سطح کی سرد جنگ ختم ہوئی ہے اور اس کی جگہ دوسری قسم اور سطح کی سرد جنگ نے لے لی ہے بلکہ اسی طرح جس طرح پہلی جنگ عظیم کے بعد دوسری جنگ عظیم بپا ہوئی۔

انگریز کہتے ہیں۔ The King is dead, Long live the King "بادشاہ سلامت فوت ہو گئے' بادشاہ سلامت زندہ باد) مطلب یہ کہ ایک بادشاہ کے فوت ہوتے ہی اس کی جگہ پر دوسرا بادشاہ ہو گیا۔

بالکل اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ پہلی سرد جنگ کے ختم ہوتے ہی دوسری سرد جنگ شروع ہو گئی اور چل رہی ہے۔ البتہ پہلی اور دوسری سرد جنگوں کی نوعیت اور سطح میں بڑا فرق ہے۔ پہلی سرد جنگ دو برابر کی منظم قوتوں اور دو نظاموں کے درمیان سرد جنگ تھی۔ موجودہ دوسری سرد جنگ ایک طرف پہلے سے دس گنا طاقتور عالمی سرمایہ دار سامراجی قوت اور

دوسری طرف زیادہ تر تیسری دنیا کے غیر منظم، بے قیادت اور منتشر ملکوں کے درمیان سرد جنگ ہے۔ گویا ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے۔ دوسرے یہ سرد جنگ بنیادی طور پر ایک ہی سماجی نظام یعنی سرمایہ دارانہ نظام کے حامیوں کے درمیان لڑی جا رہی ہے۔ البتہ یہ سرد جنگ آہستہ آہستہ پھیل کر زور پکڑ رہی ہے اور پہلی سرد جنگ کی طرح کہیں کہیں مقامی یا علاقائی گرم جنگ کی صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔

کویت والے معرکے کے بعد ایک طرف امریکی ایٹمی بحری بیڑہ نمبر ایک بار پھر گلف میں آگیا ہے تو دوسری طرف ایرانی بحری فوج بھی گلف میں داخل ہو گئی ہے۔ کئی برسوں سے امریکی ناکہ بندی کیوبا، لیبیا اور شمالی کوریا کا گلہ گھونٹ رہی ہے حتیٰ کہ انسانی حقوق کے عالمی علمبردار ان ممالک کے بچوں کے لیے خوراک اور دوائیں بھی آنے نہیں دیتے۔ عراق اور شمالی کوریا کے لاکھوں بچے بھوک اور بیماری کی وجہ سے سسک سسک کر دم توڑ رہے ہیں۔ اسرائیل نے امریکی پشت پناہی میں اپنی غارت گری سے فلسطینیوں اور دوسرے عربوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ افغانستان پر سعودی عرب اور اس کے سرپرست اعلیٰ امریکا کا حمایت یافتہ اور ایران مخالف بزعم خود "اسلامی" اقتدار مسلط کرتے کرتے اس ملک کے تباہ حال مظلوم عوام کی جو درگت بنی ہے وہ آج کی تاریخ کا ایک بڑے سے بڑا المیہ بن چکا ہے۔ جاپان کے ساتھ امریکہ نے ایک نیا فوجی معاہدہ کر لیا ہے جس کی رو سے اگر امریکہ ایشیائی ملکوں کے خلاف کوئی فوجی کارروائی کرتا ہے تو جاپان کے امن معاہدے کے برعکس جاپان پہلی بار اس جنگ میں امریکہ کی حمایت میں اہم حصہ لے کر اس کو زبردست تقویت دے گا۔

اس کے باوجود اس وقت سرد جنگ کا محور فوجی سے بھی زیادہ اقتصادی میدان ہے۔ عالمی بینک اور عالمی مالی فنڈ والے مغربی سامراجی ادارے ساری دنیا کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ وہ جس ایشیائی ملک کا چاہتے ہیں حقہ پانی بند کر رہے ہیں۔ چین اور ہندوستان جیسے ایک دو ممالک کو چھوڑ کر وہ عملاً باقی ساری تیسری دنیا پر مغربی سامراج کی طرف سے نادری حکم چلا رہے ہیں۔

تیسری دنیا کے غریب اور بے سہارا ملکوں کی بے روزگاری، غربت اور افلاس کا فائدہ اٹھا کر وہاں معمولی چیزوں کے کارخانے لگا کر، غریبوں کا خون نچوڑ کر، ان کو چونی ہاتھ میں تھما کر، دولت کا گویا ایک مسلسل سیلابی کیفیت والا امڈتا ہوا دریا اپنی طرف بہا کر لے جا رہے ہیں تو دوسری طرف اگر ان ممالک میں سے کوئی اقتصادی یا سیاسی طور پر سر اٹھانے کی

کوشش کرتا ہے تو اس کے خلاف سازش کر کے اس کا تیا پانچہ کر دیا جاتا ہے۔

جنوبی مشرقی ایشیا کے ٹائیگر معیشتوں کی دنیا میں بڑی دھومیں مچائی ہوئی تھیں۔ پہلا ٹائیگر جاپان تھا جس کو اس کے اپنے قدرتی وسائل نہ ہونے کے باوجود امریکہ اور یورپ نے روس اور چین کے خلاف سرد جنگ کے آلہ کار کے طور پر بے پناہ دولت لگا کر گویا بٹن دبا کر ایک جنگ کی تباہ کی ہوئی بلی سے راتوں رات شیر بنا لیا تھا لیکن جونہی اس نے سر اٹھایا اس کے خلاف مغربی واویلا شروع ہو گیا اور شیر تیار کرنے کی سامراجی فیکٹری نے ۱۹۶۵ء میں مغربی کالونیوں ہانگ کانگ، تائیوان، سنگاپور اور مغربی کوریا کو شیر بنانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن اور تھائی لینڈ کو شیروں میں ڈھالا گیا مگر ساتھ ساتھ ان کے دانت بھی توڑے جاتے رہے کہ کہیں مغربی مالکوں پر غرانا نہ شروع کر دیں اور اب ایسا نظر آتا ہے کہ ایک موڑ پر لا کر ان کو اچانک شیر سے پھر بلی کی صورت لانے کی کاروائی شروع کر دی گئی ہے۔ چنانچہ جاپان، تھائی لینڈ، فلپائن، انڈونیشیا اور ملائشیا کی اقتصادی حالت ناگفتہ بہ ہوتی جا رہی ہے۔

جاپان کی معیشت پہلے سے تقریباً ۳ فیصد کم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کے اسٹاک مارکیٹ گر رہے ہیں۔ چھانٹیاں عام ہو چکی ہیں۔ جاپانی سکے ین کی قیمت ڈالر کے مقابلے میں بری طرح گھٹ گئی ہے۔ پہلے ایک ڈالر ۷۸ ین میں ملتا تھا اب ۱۲۰ میں ملتا ہے۔ اب امریکہ کا اس پر یہ دباؤ اور بھی بڑھ رہا ہے کہ وہ جتنے داموں کی چیزیں باہر بھیجتا ہے اتنے ہی داموں کی چیزیں باہر سے منگائے۔ اس بات کے بڑے چرچے ہیں کہ جاپان عنقریب اپنی معیشت کے سارے دروازے مغربی کمپنیوں کے لیے کھولنے والا ہے۔ اس عمل کو اقتصادی "بڑے دھماکے" Big bang کا نام دیا جا رہا ہے۔ انڈونیشیا، تھائی لینڈ، فلپائن اور ملائشیا میں مقامی اسٹاک مارکیٹوں میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔ ان کے سکوں کی قیمت گھٹائی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے باہر کے سرمایہ لگانے والے لوگ اپنا ہاتھ کھینچ رہے ہیں۔

گزشتہ سال تھائی لینڈ اور ملائشیا کے مرکزی بینکوں نے اپنے سکوں کی قیمت کو بحال رکھنے کے لیے اربوں روپے پھونک ڈالے لیکن حالات بہتر نہیں ہو سکے۔ انڈونیشیا نے دو تین ہفتے پہلے یہ فیصلہ کیا ہے کہ باہر کے سرمایہ کاروں کے متعلق قوانین میں اور زیادہ نرمی کی جائے گی۔

تھائی لینڈ نے غیر ملکیوں کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ تھائی کارخانوں میں ۴۹ فیصد

تک ملکیتوں کا حق خرید سکیں۔ اب انہوں نے یہ اجازت دے ڈالی ہے کہ غیر ملکی ۵ سال تک کسی تھائی ملکیت کا ۵۰ فیصد سے بھی زیادہ حصہ خرید سکتے ہیں۔ آئی ایم ایف کے ایک غیر ملکی بینک نے کہا ہے کہ اگر ایشیائی حکومتیں چاہتی ہیں کہ غیر ملکی ان کے ملک میں سرمایہ لگائیں تو انہیں یہ قانون یکسر ختم کرنا پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ غیر ملکی کمپنیاں اگر چاہیں تو سارا ملک ہی خرید کر کسی اور کو بیچ ڈالیں اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ ٹائیگروں کی کرامت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے کے بعد کچھ عرصہ سے مغربی اقتصادی ماہرین نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ ان کی ساری ترقی محض دکھاوے کی اور عارضی ہے۔

۱۹۹۴ء میں بھی شہرہ آفاق امریکی اقتصادی ادارے کے اقتصادی ماہر پال کروگ مین نے ایک مقالے میں لکھا تھا کہ جنوب مشرقی ایشیا کو زبردستی طاقت کی دوائیاں کھلا کر مصنوعی طور پر طاقتور بنایا گیا ہے۔ (مغرب) نے اس میں حد سے زیادہ سرمایہ لگایا ہے لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ وہاں کے (سرمایہ داروں) نے کوئی مہان اقتصادی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ۶۰-۱۹۵۰ء میں سوویت یونین نے بھی حد سے زیادہ سرمایہ کاری کر کے بہت جلد بڑے نتائج حاصل کیے تھے لیکن پیداواری اور انتظامی عمل میں کوئی حقیقی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ کروگ مین کا کہنا ہے کہ جنوب مشرقی ایشیا میں جو (مغرب کی) رقم لگائی گئی تھی اس میں سے معیشت میں مطلوبہ پیداواری اضافہ نہیں ہوا تھا اور لوگوں کے زندگی کے معیار نہیں بڑھے تھے۔ مغربی طاقتوں کی ان کارستانیوں کے خلاف علاقے کے ملکوں کے عوام میں بے چینی ہے مگر جیسے سندھی میں کہتے ہیں "چور کی ماں مٹکے میں منہ چھپا کر روتی ہے" وہ ملکوں کے سامراج پرست حکمران ٹولے کو کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔

مہاتیر محمد کی بات البتہ اور ہے۔ وہ شروع سے ہی صاف گو، صاحب تدبر اور دلیر رہنما ہیں۔ جو کچھ جنوب مشرقی ایشیا کے اور راہنماؤں میں سے کچھ شاید کہنا چاہتے ہوں لیکن نہیں کہہ سکتے' وہ مہاتیر محمد کہہ دیتا ہے اور اپنی بات پر ثابت قدم بھی رہتا ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۲ اکتوبر ۹۷ء)

جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ

استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم

اور ہماری ذمہ داریاں

ملائشیا کے وزیر اعظم ڈاکٹر مہاتیر بن محمد ان دنوں شدید تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ مغربی پریس جس میں "ٹائم" "نیوز ویک" "اکنامسٹ" اور ای آئی آر سر فہرست ہیں' مہاتیر کی اقتصادی پالیسیوں پر کڑی تنقید کر رہے ہیں اور انہوں نے غیر محسوس طور پر اشارہ دینا شروع کر دیا ہے کہ مہاتیر کا جانا اب "ٹھہر گیا ہے۔ صبح گیا یا شام" ہفت روزہ "نیوز ویک" نے تو کھلے لفظوں میں انہیں مستعفی ہونے کا مشورہ بھی دے دیا ہے اور "ٹائم" نے سرورق ان کے نائب انور ابراہیم کی تصویر چھاپ کر مہاتیر کے خلاف نفسیاتی جنگ کا آغاز کر دیا ہے کہ دونوں قائدین کے مابین بد گمانی کی فضا پیدا کرنا بھی مغربی ذرائع ابلاغ کا محبوب مشغلہ ہے۔

ملائشیا اس وقت کساد بازاری کے جس بحرانی دور سے گزر رہا ہے اور مہاتیر جس انداز سے جارج سوروز (Soros) کو جنوب مشرقی ایشیا کی اقتصادی بد حالی اور کساد بازاری کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں' اس کے بارے میں ہم اس موقع پر تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ اس ضمن میں مہاتیر کے اقدامات سے اس خطے کے اقتصادی مفادات کو سنگین بحران کا سامنا کرنا پڑا ہے مگر اس کی آڑ میں ایک انقلابی سوچ رکھنے والے قائد اور اپنے ملک کی تقدیر بدل ڈالنے والے رہنما کو یوں گردن زدنی قرار دینا ہمارے نزدیک پرلے درجے کا ظلم ہے۔ مہاتیر نے ملکی مفادات کے دفاع میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور بیرونی طاقتوں کے دباؤ کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سامراجی طاقتوں کو اس کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا اور وہ انہیں سیاسی منظر سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

مہاتیر کے خلاف کردار کشی کی جو مہم چلائی جا رہی ہے' اس کے عوامل پر اگر غور کیا جائے تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مغربی طاقتوں کی سازشوں کا ہدف صرف مہاتیر کی ذات نہیں

بلکہ یہ طاقتیں ہر اس مسلمان ملک کو عضو معطل بنا ڈالنا چاہتی ہیں جو خود انحصاری اور آزادانہ سوچ کا مظاہرہ کرتا ہو۔ مسلمان ممالک کے تیل کی دولت تو اہل مغرب کو کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ آپ دیکھیں امریکہ اور اس کے "اتحادیوں" نے کس شاطرانہ منصوبہ بندی کے تحت مشرق وسطیٰ کے تیل کی دولت پر اپنا غاصبانہ قبضہ جما لیا۔ اب سے پہلے عراق اور ایران کو آپس کی بے مقصد آٹھ سالہ جنگ میں الجھا کر ان کے وسائل کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی، پھر رہی سہی کسر خلیج کی جنگ چھیڑ کر نکال دی۔ اس جنگ کے نتیجے میں عراق کی کمر توڑ دی گئی اور دیگر عرب ممالک کو آپس میں لڑا کر ان کے معاشی مفادات پر کاری ضرب لگائی۔ اس پر مستزاد امریکہ نے اب اس علاقے میں اپنے ڈیرے ڈال لیے ہیں اور علاقے کے مسلمان ملکوں کو اپنی طفیلی بنا لیا ہے۔ اب ان کی کوئی آزادانہ رائے نہیں۔ وہ امریکہ کے اشارے پر ناچتے ہیں اور بس۔ ایران البتہ اپنی انفرادی حیثیت برقرار رکھے ہوئے مگر اس پر بھی امریکہ دباؤ آئے دن بڑھتا جا رہا ہے اور امریکہ اس پر Contiainment Policy کا استعمال عمل میں لا رہا ہے۔ مگر خوش قسمتی سے ایران اپنے قومی تشخص اور ملکی آزادی کو محفوظ رکھنے کا پختہ عزم کیے ہوئے ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ دھونس اور دھاندلی کا وہ مردانہ وار مقابلہ کر رہا ہے۔

اقوام عرب اسلامی دنیا کے قدرتی وسائل اور افرادی قوت کی صلاحیتوں سے خائف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ معدنی دولت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو افرادی قوت اور ذہنی صفات سے بھی نواز رکھا ہے اور اگر ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے مواقع فراہم کیے جائیں تو وہ فکری سطح پر انقلاب لا سکتے ہیں۔ اس خدشے سے نمٹنے کے لیے مغربی طاقتیں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمان ملکوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی دوڑ میں پسماندہ رکھنا چاہتی ہیں۔ انہیں اچھی طرح علم ہے کہ اگر مسلمان ممالک کو آگے بڑھنے کے مواقع دیے گئے تو وہ مغرب کی اجارہ داری کے لیے بہت بڑا خطرہ ثابت ہوں گے۔

امریکہ اور اس کے حواریوں نے اپنی نظریں صرف مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر پر نہیں گاڑ رکھی ہیں بلکہ وسط ایشیا کے تیل کی دولت اور دیگر معدنی وسائل کو بھی وہ بڑی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ سنٹرل ایشیا کے ممالک اپنے وسائل کو استعمال میں لا کر اگر علاقہ کے دوسرے ممالک مثلاً چین، ایران، روس سے اپنے روابط بڑھانا چاہتے ہیں تو ان کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں اور انہیں آزادانہ طور پر فیصلہ

کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ان کے آزادانہ تشخص کو بھی ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ مقصد اس سارے کھیل کا یہ ہوتا ہے کہ ان مسلمان ریاستوں کو ان کے وسائل سے محروم کر کے انہیں تابع مہمل بنا دیا جائے۔

عالمی افق پر ابھرنے والی صورتحال کا اگر ہم بغور جائزہ لیں تو ہمیں اس منظر نامے میں تین قسم کے امکانات دکھائی دیتے ہیں۔ امریکہ کی ترجیحات میں اسرائیل کے مفادات کو اولیت حاصل ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ خلیج کے علاقے میں اسرائیل کو بالادستی حاصل ہو۔ جنوبی ایشیا میں اس کی "عنایات" بھارت پر ارزاں ہیں اور جنوب مشرقی ایشیا میں وہ تھائی لینڈ کی برتری اور فوقیت کا خواہاں ہے اور یہ تینوں ممالک غیر مسلم ہیں اور انہیں مسلمان ممالک کے خلاف استعمال کرنے کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ اسرائیل کا گھناؤنا کردار اس کی بدترین مثال ہے۔

وسط ایشیا کے بارے میں امریکی عزائم کی ایک جھلک تو آپ دیکھ چکے ہیں مگر اس وقت امریکہ کی "نظر کرم" سب سے زیادہ ایران پر "ارزاں" ہے۔ وہ اسے تنہا اور بے یار ومددگار کر کے اسے ناکارہ اور غیر موثر بنانا چاہتا ہے۔ عراق کی حالت زار بھی قابل رحم ہے۔ اسے اقوام متحدہ اور دوسری طاقتوں کے ذریعے رسوا کیا جا رہا ہے۔ افغانستان میں رقص ابلیس کا عمل ایک عرصہ سے جاری ہے۔ روس کے انخلا کے بعد باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی کہ وہاں امن قائم نہ ہونے پائے کیونکہ امن بحال ہونے کی صورت میں اسلامی حکومت کے قیام کی صورت پیدا ہو سکتی تھی جو عالمی طاقتوں کو ہرگز گوارا نہیں۔ انہیں دوسرا خدشہ یہ تھا کہ اگر افغانستان میں امن قائم ہو جاتا ہے تو اس علاقہ کے مسلمان ممالک وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں سے اپنے تعلقات استوار کر کے ترقی کی راہیں تلاش کر لیں گے۔ اب ایک خاص مقصد کے تحت طالبان کی سرپرستی کی جا رہی ہے اور متحارب گروپوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑایا جا رہا ہے۔ افغانستان میں آج خون مسلم کی ارزانی ہے اور اسلام دشمن طاقتیں گھاس میں چنگاری ڈال کر دور کھڑے ہو کر تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا کر عالمی طاقتیں اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ امریکہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس علاقے میں اسے مکمل بالادستی حاصل ہو اور اسے ایران، روس، چین اور پاکستان سب پر سبقت حاصل ہو۔ یہ ہیں وہ عزائم جن کی ایک جھلک دور رس نگاہیں آسانی سے دیکھ سکتی ہیں۔

یہ ہے عالمی سازش کی ایک جھلک۔ امریکہ ایک قطبی طاقت Unipola rWorld بننے کے بعد بلا شرکت غیرے اس خطے پر اپنی بالادستی قائم کرنا چاہتے ہے۔ تیل کے ذخائر پر تو وہ عملی طور پر قابض ہو ہی چکا ہے۔ اب وہ اپنے راستے سے اس مسلمان قائد کو ہٹا دینا چاہتے ہے جو اس کی توسیع پسندانہ پالیسی کو اپنانے پر آمادہ نہ ہو۔ ماضی قریب میں بہت سے مسلمان رہنما اسی منصوبہ بندی کے تحت راستے سے ہٹائے جا چکے ہیں۔ کچھ کی زبان بند کی جا چکی ہے اور اب تو جینے کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔ امریکہ کے حضور کورنش بجا لاؤ‘ فرشی سلام کرو‘ پھر خوشی کے گیت گاؤ۔

امریکہ کے منصوبہ ساز ادارے اس طرح کی حکمت عملی اپنا رہے ہیں جس سے وہ تیل کی دولت پر مکمل طور پر قابض ہو سکیں۔ اپنے اقتصادی مفادات کو یقینی بنا لیں اور عالمی منڈیوں پر اپنی بالادستی قائم کر سکیں۔ مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرنا اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنا ان کے منصوبے کے اہم جزو ہیں۔ احیائے اسلام کے امکانات نے اہل مغرب کو بڑا بے چین کر رکھا ہے۔ روس کے انہدام کے بعد اب وہ اسلام کو اپنے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کو آگے بڑھتے اور ترقی کرتے دیکھ نہیں سکتے۔ ایران پر "نظر عنایت" مغرب کی اسی مہم کا حصہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری ممالک نے عالم اسلام کے خلاف سیاسی‘ تزویراتی اور اقتصادی سطح پر "خاموش" اور "غیر محسوس" جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ ظاہراً اس جنگ کے مظاہر دکھائی نہیں دیے مگر جن قوموں کو اقتصادی پابندیوں میں جکڑا جا رہا ہے‘ انہیں ہی اس کی شدت کا اندازہ ہے۔

جو گزرتے ہیں داغ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے پانے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا ہے؟ پہلی بات جسے ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے‘ وہ یہ ہے کہ ہمیں شعوری طور پر کوشش کرنی چاہیے کہ کسی استعماری طاقت کا آلہ کار نہ بنیں۔ اسلامی ممالک کے ارد گرد جو گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے‘ اس کا ادراک کرنا بہت ضروری ہے۔ دشمن کی چال کا پتہ چل جائے تو پھر بچاؤ کی صورت بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی قوم "سب اچھا" کے دام فریب کی اسیر ہو جائے تو اسے زوال سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ مسلمان ممالک پر لازم ہے

کہ وہ "ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے" کو اپنا حتمی ہدف قرار دیں اور پہلے قدم کے طور پر علاقائی سطح پر اپنے اقتصادی تعاون کی بنیادیں مستحکم کریں۔ باہمی تعاون کے دائرہ کار کو شروع میں محدود سطح پر رکھنا چاہیے تا کہ مائیکرو لیول Micro Level اقتصادیات پر توجہ دی جا سکے۔ اگر شروع سے ہی تعاون کے دائرے کو وسیع کر دیا جائے تو پھر معاملات قابو سے باہر ہو جاتے ہیں اور عملی پیش رفت کو دھکا لگتا ہے۔ ابتداء میں صرف تین یا چار ملکوں کے مابین اقتصادی تعاون کی راہیں کشادہ کرنی چاہئیں۔ ای سی او اور آسیان کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ ان کی ترقی مناسب حد سے آگے نہ بڑھنے کی بنیادی وجہ ان کا بے جا پھیلاؤ ہے۔ امریکہ بھی اس قسم کے تعاون میں شامل ہو رہا ہے۔ آپ نتائج کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔ تین چار ممالک اگر فکری اتحاد کی فضا میں اقتصادی میدان میں پیش رفت کے منصوبے بنائیں تو یقیناً گروپوں کو مناسب وقت آنے پر دوسرے بڑے گروپوں کے ساتھ وابستہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر ان کا انفرادی تشخص ہر حال میں قائم رہنا چاہیے۔ پہلے قدم کے طور پر سنٹرل ایشیا کے ممالک پر مشتمل ایک اقتصادی کلب کی تشکیل دی جا سکتی ہے جس کے لیے آج فضا بہت سازگار دکھائی دے رہی ہے۔

یہ بات گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں جذباتی نعروں سے اجتناب برتنا چاہیے اور ترقیاتی منصوبوں شروع کرنے سے پہلے سود وزیاں کے تمام پیمانوں کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ جذباتی فیصلے وقتی طور پر تو بڑے پرکشش دکھائی دیتے ہیں مگر کثیر المیعاد تناظر میں جب انہیں پرکھا جائے تو سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ مسلمان ممالک کو اپنے اپنے دائرہ اثر میں تحقیقی ادارے Think Tanks قائم کرنے چاہئیں جو عالمی سیاست کے اتار چڑھاؤ کی روشنی میں اپنے مسائل کے حل کی عملی تجاویز پیش کر سکیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس قسم کے تحقیقی اداروں کا جال بچھا ہوا ہے اور یہ ادارے حکومتی پالیسیوں کی ترتیب و تشکیل میں بڑا موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں اس قسم کے اداروں کا فقدان ہے اور اس کے نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور' ۱۹۔ اکتوبر ۹۷ء)

جناب اسد اللہ غالب

کھلا اعلان جنگ

امریکہ ہمارے معاملات میں کس قدر حاوی ہے اس کا اندازہ ہر روز وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہوتا جائے گا۔

فی الوقت امریکہ دنیا کی سپرپاور ہے' واحد سپرپاور۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ اگر کوئی جرات رندانہ سے کام لیتا ہے تو اس کا بھرکس نکال دیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود بعض افراد اور ان کے ساتھ ان کی قومیں امریکہ کے سامنے سینہ تانے کھڑی ہیں۔ لیبیا کا قذافی' اسے کوئی احمق قرار دے لیکن اس نے ابھی تک امریکہ کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ اس ملک کا مقاطعہ کر دیا گیا ہے' کوئی جہاز اس کی سرزمین پر نہیں اترتا' نہ پرواز کرتا ہے پھر بھی ہر سال حج پروازیں وہاں سے آتی ہیں' جدہ اترتی ہیں اور واپس جاتی ہیں۔ تمام تر دھمکیوں کے باوجود ان پروازوں کو نہ نشانہ بنایا جا سکا نہ سعودی عرب کے خلاف امریکہ کو پابندیاں لگانے کا خیال آسکا ہے۔

گزشتہ ماہ نیلسن منڈیلا ایڈنبرا جانے کے لیے اپنے ملک سے روانہ ہوا۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ راستے میں لیبیا کے مرد آہن معمر القذافی سے ملے گا۔ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے قادر مطلق بل کلنٹن نے منڈیلا کو یاد دلانے کی کوشش کی کہ قذافی اور اس کے ملک کو ایک "اچھوت" قرار دیا جا چکا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اس ملاقات کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ نیلسن منڈیلا نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ طاری کرتے ہوئے کہا "اگر میں آزاد ہوں تو آپ ڈکٹیشن دینے والے کون ہیں اور اگر ڈکٹیشن ہی دینا تھی تو مجھے اور میرے ملک اور میری قوم کو آزاد کیوں کیا تھا؟" منڈیلا اپنے عزم پر قائم رہا۔ اس کا جہاز تریپولی اترا' منڈیلا اور قذافی بغل گیر ہوئے اور پھر منڈیلا کا جہاز برطانیہ کے شہر ایڈنبرا کی طرف عازم پرواز ہوا جہاں کامن ویلتھ کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ میں یہاں یہ یاد دلاتا چلوں کہ ایڈنبرا وہ شہر ہے جو سکاٹ لینڈ میں واقع ہے اور سکاٹ لینڈ کے عوام ۱۱ ستمبر کے ریفرنڈم میں آئینی اور مالی خود مختاری کا ریفرنڈم جیت چکے ہیں اور سکاٹش نیشنل پارٹی نے اعلان کیا ہے کہ جب تک ۲۰۰۲ء میں

سکاٹش پارلیمنٹ کے انتخابات ہوں گے تو اس وقت تک سکاٹ لینڈ مکمل آزادی اور خود مختاری بھی حاصل کر چکا ہوگا۔ یہ اعلان آج دیوانے کی بڑ لگتا ہے لیکن محکوم قوموں کی قیادت میں کوئی دیوانہ جنم لے لے تو وہ نیلسن منڈیلا بن کر ابھرتا ہے۔

میں یہاں اسلامی جمہوریہ ایران کی مثال دوں گا۔ اس نے دنیا کی دو سپر پاورز کے ساتھ ٹکر لی "مرگ بر امریکہ" اور "مرگ بر روس" کے نعرے ایک سانس میں لگائے۔ دنیا کی دونوں سپر پاورز کا عتاب بیک وقت ایران پر گرا' ایران آج بھی اپنی آزادی اور خود مختاری کو بچانے میں کامیاب ہے۔ روس ڈھیر ہو چکا ہے اور امریکہ کو "تہذیبوں کی ٹکر" کے مصنف ہنٹنگٹن جیسے فلاسفر اب نظریاتی طور پر قلعہ بند کرنے میں مصروف ہیں اور یہی ان کی کمزور ڈھال ہے۔ اسلام کی نظریاتی قوت کے مقابلے میں مغربی تہذیب پہلے بھی کسی چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکی اور آئندہ بھی اس میدان میں مغرب کو شکست فاش ہوگی۔

امریکہ نے اسلام کی نظریاتی قوت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ فوجی اصطلاح میں اسے "ریکی" کہا جا سکتا ہے اور اس کے لیے عراق کی سرزمین منتخب کی گئی ہے۔ امریکہ کا خیال تھا کہ جس ملک کو اس نے ایران کے خلاف کامیابی سے استعمال کیا' وہ اس کا بندہ بے دام ثابت ہوگا۔ لیکن عراق اب تک امریکہ کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ عراق کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑ رہی ہے۔ اس کے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں لیکن عراقی قوم ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اسرائیل اس ملک کو براہ راست نشانہ بنا چکا ہے۔ اپنے خیال میں عراق کے ایٹمی مرکز کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے۔ اور عراق کا باقی دم خم نکالنے کے لیے اقوام متحدہ کے انسپکٹروں سے لے کر امریکی بحری بیڑے تک کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ کوشش یہ ہے کہ ایک اسلامی ملک کے بازوئے شمشیر زن کو مروڑ دیا جائے۔ اس کی دفاعی صلاحیت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

امریکہ کا اگلا نشانہ پاکستان ہے اور اس کی وجہ صرف ایک ہے کہ یہ ایک ایٹمی قوت ہے۔ پاکستان کی ایٹمی قوت عالم اسلام کا ایک قیمتی اثاثہ ہے اور مستقبل قریب میں اسلام کے خلاف گرم جنگ میں یہ قوت ایک فیصلہ کن کردار ادا کر سکتی ہے۔ امریکہ نے پاکستان کی ایٹمی قوت کو ختم کرنے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے۔ پاکستان کو کس کس طرح سے نہیں ڈرایا گیا۔ بھٹو نے یہ پروگرام شروع کیا' اس کو امریکہ مزہ چکھانے میں کامیاب رہا۔ ضیاء الحق نے افغان جنگ کی آڑ میں ایٹمی پروگرام کو منزل سے ہمکنار کیا۔ اسے بھی راستے سے ہٹا دیا

گیا لیکن پاکستان اپنے راستے سے نہیں ہٹا کیونکہ اس کی قسمت ہمیشہ محفوظ ہاتھوں میں رہی ہے۔

امریکہ ہار ماننے کو تیار نہیں۔ وہ اپنی حکمت عملی بدل بدل کر پاکستانی قوم کے درپے ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ پاکستان کی بنیاد کو خدانخواستہ مسمار کر دے اور اس بنیاد کو تقویت دینے والے ایٹمی پروگرام کا خاتمہ کر دے۔ وہ اب نیا ایجنڈا لے آیا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ طے کرو۔ کشمیر کا مسئلہ طے ہو جائے گا تو پاکستان سے کہا جائے گا کہ ایٹمی قوت کی کیا ضرورت ہے؟ اتنی بڑی فوج کی کیا ضرورت ہے؟ بھاری بھرکم دفاعی بجٹ کیوں ضروری ہے؟ یہی اخراجات کم ہوں گے تو سڑکیں بنا سکو گے، کارخانے لگا سکو گے، ہسپتال کھول سکو گے، سکول چلا سکو گے، گویا جب تک پاکستان اپنے دفاع کو مضبوط رکھنے کے عزم پر قائم ہے تو اس وقت تک پاکستان ترقی اور خوش حالی سے محروم رہے گا۔ ڈرانے والے تو یہاں تک ڈراتے ہیں کہ فوج کی تنخواہوں کا بجٹ بھی پورا نہ کر سکو گے۔

امریکہ نہیں جانتا اور ڈرانے والے نہیں جانتے کہ ہمارے سپہ سالار اعظم محمد ﷺ نے جنگ خندق میں پیٹ پر پتھر باندھ لیے تھے۔ ان کی پیروکار امت بھی اس سنت پر عمل کرنے کو تیار ہے اور دعوت مبارزت قبول کرتی ہے۔

مردوں کی تدفین پر پابندی لگا کر گوشت کھانے کی اجازت دی جائے

واشنگٹن (انٹرنیشنل ڈیسک) امریکہ کی ایک انتہا پسند ماحولیاتی تنظیم ارتھ رولز نامی نے جس کے امریکہ بھر میں ۶۳ ہزار رکن ہیں، نے حکومت کو تجویز پیش کی ہے کہ امریکہ میں مردوں کو دفنانا یا انہیں جلانا قانونی طور پر ممنوع قرار دیا جائے۔ اس کے بجائے مردہ افراد کے اعضا جسمانی طور پر معذور افراد کو لگائے جائیں اور مردہ افراد کا گوشت ری سائیکل کر کے اسے خوراک کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اس گروپ کا کہنا ہے کہ دنیا کی آبادی حد سے بڑھ چکی ہے اور دنیا بھر میں لوگ خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ اس لیے مردہ لوگوں کو دفنانے کے بجائے ان کا گوشت ری سائیکل کر کے کھانے کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اس سے انسانی وسائل میں اضافہ ہوگا اور وسیع و عریض قبرستان بنانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ امریکہ کے بہت سے ڈاکٹروں، دانشوروں اور سیاست دانوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد انسانی جسم کو کیڑے مکوڑے کھا جاتے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ انہیں زندہ لوگوں کی خوراک بنایا جائے۔ تاہم بہت سے حلقوں نے اس تجویز کو شیطانی قرار دیا ہے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ـ ۲۴ نومبر ۹۶ء)

جناب انوار حسین ہاشمی

پاکستان کو پہلے "سیکولر" اور پھر "عیسائی ریاست" بنانے کا منصوبہ

دنیا بھر کی سب سے بڑی عیسائی تنظیموں کے مشترکہ اہم ترین مشن "ورلڈ آپریشن" کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام ہے۔ ورلڈ آپریشن کیا ہے؟

☆ اٹھو اور دنیا پر غلبہ حاصل کرو۔
☆ مسیح کے لیے اسلام کو فتح کرو۔
☆ مسلمانوں کو مکمل سیکولر بنا کر عیسائیت میں داخل کرو۔
☆ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے ان میں کوئی "لارنس آف عریبیہ" پیدا کرو۔

ورلڈ آپریشن کا یہ مختصر سا چار نکاتی ایجنڈا ہے جس پر عیسائی دنیا اربوں ڈالر خرچ کر کے انتہائی منظم انداز میں تیزی سے عمل پیرا ہے اور عیسائی تنظیموں کی ورلڈ رپورٹوں کے مطابق ان کا سب سے بڑا ٹارگٹ اس وقت پاکستان ہے۔ اس کام کے لیے پاکستان میں عیسائی تنظیموں کا انتہائی خفیہ اور محتاط نیٹ ورک کام کیسے کر رہا ہے' اس بارے میں پہلی بار بڑے اہم انکشافات سامنے آئے ہیں۔ ان کا ذکر کرنے سے قبل اسلامی ممالک کی مشترکہ سیکرٹ سروس رپورٹوں کے چند اقتباسات دیکھ لیتے ہیں جن سے یہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ کم از کم کسی حد تک مسلمان اپنے مذہب کے خلاف عیسائیوں کے مذموم مقاصد پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ان رپورٹوں کے مطابق

"البانیہ یورپ کا غریب ترین اسلامی ملک ہے جسے اشتراکیوں کے پنجے سے رہائی ملنے کے بعد عیسائیوں کے قبضے میں دینے کی سازشوں کا منصوبہ سامنے آیا۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف عیسائی قوتوں کی وحشیانہ کارروائیوں کے بعد دنیا نے عیسائیوں کے مقاصد دیکھ لیے ہیں۔ اس وقت پاکستان اور ایران' امریکی اور یورپی عیسائی قوتوں کا سب سے بڑا مشکل ترین ٹارگٹ ہیں۔ ایران کو وہ براہ راست سیکرٹ سروس اور جنگی حکمت عملی کے ذریعے تباہ کرنا

چاہتے ہیں۔ جبکہ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنا کر اسے مکمل عیسائی ریاست بنانے کے منصوبے پر انتہائی منظم اور خفیہ طریقہ سے عمل ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں برطانیہ ان عیسائی تنظیموں کے رابطہ کا اہم مرکز ہے۔ یہ وہی برطانوی سامراج ہے جس نے اپنی اسلام دشمنی کی تسکین کے لیے مشرق وسطٰی میں اسرائیل کو وجود دیا۔ جس طرح روسی سامراج نے خلیج میں بہائی مسلک کی بنیاد ڈالی' اسی طرح اس برطانوی سامراج نے برصغیر میں قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی اور سوڈان میں مہدویت کا فتنہ کھڑا کیا اور اب پاکستان میں بالواسطہ اور بلاواسطہ مذہبیت کو ختم کر کے پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے اور نئی نسل کو عیسائیت میں داخل کرنے میں مصروف ہیں تا کہ مستقبل میں اس اسلامی ریاست میں عیسائیت کی تعلیم و تبلیغ کے لیے میدان ہموار ہو جائے اور ورلڈ آپریشن کا سب سے بڑا ٹارگٹ حاصل کیا جائے۔

دنیا پر عیسائیت کی حکمرانی کے مقاصد لے کر ورلڈ آپریشن کے نام سے شروع کیے جانے والے اس مشن میں بعض مراحل ایسے بھی آتے ہیں جہاں پاکستان میں بعض عیسائی تنظیمیں یا عیسائی شخصیات امریکی سی آئی اے کے ایجنٹ کا کام بھی کرتے ہیں جن کے بارے میں بعض ایسی چیزیں باقاعدہ ریکارڈ پر موجود ہیں جن میں پاکستان میں موجود کچھ عیسائی تنظیموں نے اس بات پر سخت احتجاج ریکارڈ کرایا ہے کہ امریکہ اس خطے میں ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے پاکستان میں عیسائی تنظیموں کو استعمال کر کے عیسائی مشن کو بدنام کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض ذمہ دار اداروں کی رپورٹوں میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ امریکی سی آئی اے اور عیسائی تنظیمیں پاکستان میں وطن مخالف اور مذہب مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ نیز امریکہ ایران سے دشمنی کے نتیجہ میں ایران کو تنہا کرنے کے لیے پاکستان کو ناراض کرنا چاہتا ہے اور اس چیز کے خدشات بھی موجود ہیں کہ شیعہ سنی فسادات اور ایرانی شخصیات کے قتل میں دیگر تنظیموں کے علاوہ امریکی سی آئی اے کے ایجنٹوں کا ہاتھ بھی ہے۔ عیسائیت کے غلبہ کا مشن ویسے تو طویل عرصہ سے جاری چلا آرہا ہے لیکن اسے ورلڈ آپریشن کے نام سے تیزی اس وقت دی گئی جب افغانستان میں روس کی شکست واضح ہو گئی اور اسلامی بلاک کے وجود اور دنیا بھر میں اسلامی انقلابی تحریکوں کے خطرات عیسائیوں کو نظر آنے لگے۔ اس سلسلہ میں ۸۶-۱۹۸۵ء میں امریکہ' برطانیہ اور سنگا پور کے عیسائیوں کا اعلٰی ماہرین پر مشتمل ایک وفد پاکستان آیا جنہیں پاکستان میں موجود ورلڈ آپریشن کے نمائندہ عیسائیوں کی مدد حاصل ہوئی اور انہوں نے پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ اور مسلمانوں کو عیسائی مذہب کی طرف راغب

کرنے کے لیے فضا اور حالات کا جائزہ لیا۔ پاکستان میں اس وقت عیسائیوں کی افرادی قوت کے بارے میں معلوم کیا گیا تا کہ ان صحیح اعداد و شمار کو مد نظر رکھ کر پاکستان میں عیسائیت کے غلبہ کے لیے آپریشن شروع کیا جائے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس ابتدائی رپورٹ میں جو برطانیہ ' سنگاپور اور امریکہ کے علاوہ دنیا بھر میں ورلڈ آپریشن کے دفاتر کو روانہ کی گئی ' اس کی نمایاں سرخی یہ تھی کہ :

"مسلمان ممالک میں سے پاکستان عیسائیت کے لیے موزوں ترین ملک ہے۔"

☆ اس ابتدائی رپورٹ میں پاکستان کی کل آبادی ۹ کروڑ ۹۳ لاکھ دکھائی گئی ہے۔

☆ رپورٹ میں پاکستان میں شیعہ مسلک سے وابستہ کل آبادی کا ۲۷ فیصد دکھایا گیا ہے۔

☆ ۸۶-۱۹۸۵ء میں عیسائیوں کی تعداد ۸ لاکھ دکھائی گئی جبکہ اتنی ہی تعداد ایسے افراد کی درج کی گئی جو کسی نہ کسی صورت عیسائیت سے وابستہ ہیں۔

اس خفیہ رپورٹ کے کچھ حصول کا عکس زیر نظر سطور میں پیش کیا جا رہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی تنظیموں نے اس ابتدائی رپورٹ ہی میں اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان میں عیسائیت کے فروغ کی امید ظاہر کی۔ پاکستان میں عیسائیت کو تیزی سے پروان چڑھانے کے لیے دعائیہ کلمات استعمال کیے اور اپنے مشن کے بعض پہلوؤں کے لیے رپورٹ میں مخصوص کوڈ بھی استعمال کیے گئے۔ معلوم ہوا کہ بعد از آپریشن کے ہر پانچ سال بعد ایسی رپورٹ ارسال کی جاتی ہے جس میں پاکستان میں عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی شرح اور بغیر نام ظاہر کیے عیسائیت سے وابستہ افراد کی تعداد بھی درج ہوتی ہے۔ اس مشن کی کامیابی کے لیے خاص طور پر لاہور میں گارڈن ٹاؤن' ماڈل ٹاؤن' گلبرگ' ٹاؤن شپ' ملتان روڈ' ٹمپل روڈ' وارث روڈ' میکلوڈ روڈ اور کئی دیگر جگہوں پر خاص مراکز میں کام ہو رہا ہے۔ چرچ سے ملحقہ دفاتر' پرائیویٹ بنگلوں میں عیسائی نمائندوں کے ہفتہ وار اجلاس ہوتے ہیں۔ ورلڈ آپریشن کو پاکستان میں کامیاب بنانے کے لیے براہ راست تربیت یافتہ افراد اور مشنوں کے علاوہ سالویشن آرمی' عیسائی ممالک کی امداد سے چلنے والی این جی اوز' پاکستان میں پوپ کے نمائندے' پادری اور بشپ' سالویشن آرمی کے عہدوں پر کام کرنے والی عیسائی شخصیات مصروف عمل ہیں۔ اس کے علاوہ بعض ایسی شخصیات جو مسلمان سے عیسائی ہوئی ہیں' وہ بھی لاہور میں مختلف مراکز میں عیسائیت کی تبلیغ میں دن رات مصروف ہیں اور اپنے مسلمان دوستوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے میں ہر طرح کا لالچ دے کر مشن پر کام کر رہے

ہیں۔

پاکستان یونین آف سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹس

عیسائیت کے مشن کے لیے پاکستان میں کام کرنے والی سب سے بڑی این جی او ہے جس پر بین الاقوامی عیسائی تنظیموں کے کروڑوں ڈالر خرچ کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں اس کا بڑا مرکز لاہور میں ٹھوکر نیاز بیگ سے ملتان روڈ پر ۱۴ کلو میٹر پر واقع ہے۔ وسیع و عریض احاطے پر مشتمل اس جگہ کا نام "ایڈونٹ پورہ" رکھا گیا ہے جس کے احاطے میں مشن پر آئی ہوئی غیر ملکی عیسائی شخصیات کی رہائش گاہوں کے علاوہ چرچ، سکول، ریکارڈنگ اور براڈ کاسٹنگ سٹوڈیوز اور جدید پرنٹنگ پریس موجود ہیں اور اس احاطے میں عام افراد کا جانا ناممکن ہے۔ اس احاطے میں دیگر شخصیات کے علاوہ کارتھ انتھنی، بروس ووٹ، چارلس ڈین اور ڈاکٹر اختر وقار انجیلی اہم ذمہ داریوں پر کام کرتے ہیں۔ عیسائیت کے فروغ اور مخصوص نظریات کے پرچار کے لیے یہاں جدید پریس میں کتابیں اور لٹریچر پرنٹ ہوتا ہے نیز برطانیہ اور دیگر ممالک سے آنے والی قیمتی کتب کا اسٹاک بھی یہاں سے ملک بھر کے مختلف شہروں میں پہنچایا جاتا ہے۔ یہاں کے ریکارڈنگ سٹوڈیوز میں پاکستان میں سیکولر معاشرے کے قیام اور عیسائیت کی تبلیغ کے لیے استعمال ہونے والی آڈیو اور ویڈیو کیسیں ریکارڈ کی جاتی ہیں اور بعض اہم ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ یہاں پر موبائل براڈ کاسٹنگ سسٹم بھی موجود ہے۔ جہاں سے ریڈیو پر مخصوص فریکوئنسی میں اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ اور عیسائیت کی تبلیغ کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ پاکستان کے ریڈیو پر مختلف اوقات میں "فیسا" ریڈیو کی نشریات بھی سنی جاتی ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نشریات کسی اور ملک سے نشر کی جاتی ہیں لیکن فیسا ریڈیو کے لیے کام کرنے والی ایک عیسائی شخصیت بریگیڈیر (ریٹائرڈ) بی کے مسیح جو کہ گارڈن ٹاؤن لاہور میں مقیم ہے، نے انکشاف کیا ہے کہ یہ ریڈیو سٹیشن راولپنڈی کے علاوہ پاکستان کے ایک اور نامعلوم مقام پر موجود ہے۔ عیسائیت کے فروغ کے لیے پاکستان میں کام کرنے والے خفیہ براڈ کاسٹنگ سنٹروں کے بارے میں جب تحقیق کی گئی تو کئی ایسے ایڈریس معلوم ہوئے جن کے کنٹرول میں رہ کر پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک میں ایسی شر انگیز نشریات جاری کی جاتی ہیں۔

WRMF # (World Radio Missionary Fellowship, Inc)

- NZ. P.O. Box 27-172, AUCKLAND 4

- USA. P.O.Box 3000, OPA LOCKA, FL 33055

- UK. 7 WEST BANK, DORKING, SURRY RH43BZ

FEBA # (Far East Broadcasting Association)

UK IVY ARCH RD. WORTHING. W SUSSEX BN. 14 8BU

FEBC # (Far East Broadcasting Company, Inc)

USA P.O.Box 1, LA MIRADA, CA 90637

AUST P.O. Box 183 CARINGBAH, NWS 2229.

NZ. P.O.Box 4140, HAMILTON.

IBRA # (International Broadcasting Association)

SWEDEN S-105 36 STOCKHOLM

عیسائیت کے غلبہ کی خاطر ورلڈ آپریشن کے نام سے شروع کیے گئے اس آپریشن کے لیے دنیا بھر میں ان کے جو مشن یا ایجنسیاں کام کر رہی ہیں ان کو مختلف نام دیے گئے ہیں۔ جیسے

ABC (Afghan Border Crusade)

APCM (Asia Pacific Christian Mission)

CAM (Central Asian Mission)

MECO (Middle East Christian Out Reach)

مشن سے وابستہ کئی افراد سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سب کے سب اسلام پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو قابو کرنے کے لیے پہلے ان کے مذہب اور تعلیمات پر مکمل عبور حاصل ہونا چاہیے۔ مشن کا دعویٰ ہے کہ اس وقت پاکستان میں ۵۰ لاکھ سے زائد افراد عیسائیت سے وابستہ ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ورلڈ آپریشن کے بعد سنی اور شیعہ دونوں مسلک کے مسلمان کافی تعداد میں عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں اور کئی نوجوان عیسائی لڑکیوں سے شادی کے بعد بیرون ملک جا چکے ہیں۔

اعجاز زیدی جو ۳ وارث روڈ لاہور پر رہائش پذیر ہیں۔ ایک انتہائی نفیس بزرگ ہیں۔ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور تیس سال قبل عیسائیت میں داخل ہو گئے اور پھر اپنے آپ

کو عیسائیت کے مشن کے لیے وقف کر دیا۔

راقم کو ایک سال قبل زیدی صاحب سے چند ملاقاتیں کرنے کا موقع ملا تو ان دنوں "فہیم" نامی ایک خوبصورت نوجوان ان کے پاس تربیت لینے آتا تھا۔ راقم کے استفسار پر زیدی صاحب نے بتایا تھا کہ انقلاب ایران کے بعد جو لوگ شاہ کے حامی تھے اور ایران سے ہجرت کر کے دوسرے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی مقیم ہوئے' اب ان میں سے اکثر کو عیسائی تنظیمیں عیسائیت میں داخل کر رہی ہیں اور جو نوجوان عیسائیت قبول کرتے ہیں انہیں لاہور میں تربیت دی جاتی ہے۔ بعد ازاں کئی نوجوانوں کو باہر بھیج دیا جاتا ہے۔ زیدی صاحب کے بقول اب وہ نوجوان کچھ عرصہ کے لیے کینیڈا روانہ ہو رہا تھا' راقم نے جب اعجاز زیدی سے یہ پوچھا کہ انہوں نے اپنا مسلک اور مذہب چھوڑ کر عیسائیت کیوں قبول کی تو زیدی صاحب نے اپنے دو اشعار سنا کر خاموشی اختیار کر لی۔

ان کی نوازشوں کا بھرم ہو کے رہ گئے
کچھ لوگ مبتلائے علم ہو کے رہ گئے
حق بات کوئی کیسے کہے ان کی بزم میں
جتنے بھی سر اٹھے تھے قلم ہو کے رہ گئے

شفقت علی (فرانس عمونیل) 72.E ماڈل ٹاؤن لاہور۔ شفقت علی مسلمان نوجوان تھا۔ بی ایس سی فارمیسی میں تعلیم حاصل کی۔ انتہا درجے کا ذہین مسلمان تھا جسے عیسائی تنظیموں نے نہ صرف عیسائی بنا دیا بلکہ اس کو عیسائیت کی اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اسے ماڈل ٹاؤن ای بلاک میں ایک قیمتی بنگلے میں منتقل کیا۔ جہاں اب وہ نوجوانوں کو مختلف نشستوں میں عیسائیت کی تعلیم دیتا ہے کہ اس کا نیا نام فرانس عمونیل ہے اور وہ مشن کے لیے کام کر رہا ہے۔

ورلڈ مشن پر تیزی سے عمل در آمد کے لیے پاکستان میں مختلف محاذوں پر کام ہو رہا ہے۔ عیسائی مشنری اس انداز میں اپنے مشن کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں جس کی اجازت اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ہرگز نہیں دیتا۔ اس سلسلے میں لاہور میں ایک اور اہم مرکز ڈومینیکن سنٹر Dominican Centre بھی کام کر رہا ہے۔

DOMINICAN CENTRE

153 - ALI BLOCK

NEW GARDEN TOWN, LAHORE.

اس ادارے کو Dominican Fairs کا نام دیا گیا ہے اور عیسائیت کے ورلڈ آپریشن کی مناسبت سے اس کا مخصوص نعرہ "اٹھو اور دنیا پر غلبہ حاصل کر لو" ہے۔ اس ادارے کے انچارج پاکستان میں پوپ کے نمائندے "فادر جیمز چنن" ہیں۔ اس ادارے کے زیر اہتمام پاکستان میں لاہور، گوجرانوالہ اور کراچی کے علاوہ چند دیگر بڑے شہروں میں تربیتی مراکز ہیں جہاں پر مستقبل میں عیسائیت کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے لیے مفکر تیار کیے جاتے ہیں۔ نیز پوپ کے نمائندے کی صدارت میں ہر ماہ باقاعدگی سے ایسے اہم اجلاس ہوتے ہیں جن میں عیسائی نمائندوں کے علاوہ مسلمانوں کی طرف سے اہم بیوروکریٹس، ریٹائرڈ جج، ایڈووکیٹ، ہیومن رائٹس تنظیموں کے نمائندے اور اہم شخصیات شرکت کرتی ہیں۔ یہ اجلاس بعض اوقات ہر ماہ کی پندرہ تاریخ اور بعض اوقات ہر ماہ کی آخری جمعرات کو ہوتا ہے۔ جس میں اسلام اور عیسائیت کا تقابلی جائزہ، پاکستان میں آزاد معاشرہ اور پاکستان میں انسانی حقوق کے بارے میں مباحثہ ہوتا ہے۔ ان اجلاسوں کی باقاعدہ رپورٹ بین الاقوامی تنظیموں اور پوپ کے مرکز کو بھیجی جاتی ہے۔ ایسی نشستوں کا اصل مقصد پاکستان کے تمام اہم شعبوں سے وابستہ اہم شخصیات کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہے تاکہ عیسائی تنظیموں کے بارے میں کوئی بھی منفی خیالات ذہن میں نہ لا سکے۔

پاکستان کو مکمل عیسائی ریاست بنانے سے قبل پہلے مرحلے میں اسے مکمل سیکولر ریاست بنانا ہے اور اس سلسلہ میں پاکستان میں آزاد معاشرہ کا قیام عیسائیوں کی ترجیحات میں شامل ہے۔

معاملہ بڑا سنگین ہے، وطن کی نظریاتی اور مذہبی سرحدوں پر حملہ ہو چکا ہے۔ ہمارے حکمران بعض اوقات غیر معمولی اور غیر ضروری مصلحتوں کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے خطرناک نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔ معاملہ مذہب کا ہے، ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ گزشتہ سالوں سے بنیاد پرستی سے متنفر کرنے کے لیے ایک سازش کے تحت ہمیں بنیاد پرست کہنے کا پراپیگنڈہ شروع کیا گیا تاکہ آزاد خیال پاکستانی عیسائیوں کے لیے میدان کھلا چھوڑ دیں۔ بہرصورت زیادہ ذمہ داری حکمرانوں کی ہے۔

ابو عمار زاہد الراشدی

امریکہ بہادر اور اخلاقی تقاضے

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے حال ہی میں ڈیمو کریٹک پارٹی کی طرف سے اگلے صدارتی انتخابات کے لیے اپنی نامزدگی کے موقع پر ایک بار پھر اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ بیسویں صدی کو امریکہ کی عالمی بالادستی کی صدی بنانے کے لیے کام کریں گے۔

امریکہ دنیا کی قیادت کا دعوے دار ہے لیکن اس وقت دنیا کو درپیش مسائل کے حوالے سے اس کا جو کردار سب کے سامنے ہے، وہ عالمی قیادت کے بنیادی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے اور نہ ہی وہ ان تقاضوں کے ادراک کی ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ راقم الحروف نے گزشتہ نو سال کے دوران اسلام آباد میں متعین امریکی سفیر کو مختلف معاملات کے بارے میں چار بار لکھا ہے لیکن امریکی سفارت خانے کے ذمہ داروں نے کسی ایک خط کا جواب دینے کی زحمت بھی گوارا نہیں فرمائی۔ یہ ایک بہت چھوٹا اور فروعی سا معاملہ ہے لیکن اس سے امریکی حکمرانوں کے حکومتی مزاج کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

میں ان چار خطوط کو کم وبیش نو سال کے طویل انتظار کے بعد اشاعت کے لیے جاری کر رہا ہوں اور امریکی حکمرانوں سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قیادت وہی دیرپا ہوتی ہے جس کی بنیاد اصولوں اور اخلاقیات پر ہو۔ ڈنڈے اور طاقت کے زور پر مسلط کی ہوئی قیادت کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے اور اس کی جڑیں بھی دلوں کی گہرائی تک رسائی حاصل نہیں کر پاتیں۔ خدا کرے کہ دنیا بھر کی قیادت کا خواب دیکھنے والے امریکی حکمرانوں کی سمجھ میں یہ بات جلد آجائے۔

عزت مآب جناب آرنلڈ رافیل صاحب،
سفیر ریاست ہائے متحدہ امریکہ۔ اسلام آباد
سلام و آداب!

اسلام آباد میں بحیثیت سفیر تشریف آوری پر پاکستان کی ایک اہم دینی وسیاسی جماعت

"جمعیت علماء اسلام پاکستان" کی طرف سے آنجناب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کا دور سفارت دونوں ملکوں کے درمیان باوقار اور خوشگوار تعلقات کے فروغ کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

ہمارے لیے آپ کے بارے میں یہ معلومات مسرت افزا ہیں کہ آپ پاکستان کے بارے میں وسیع مطالعہ اور مشاہداتی علم سے بہرہ ور ہیں اور یہ کہ آپ پاکستان کی قومی زبان اردو سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ پاکستان میں آنجناب کی آمد کے ساتھ ہی اس خط کے ساتھ منسلک ایک تلخ مضمون کے ذریعہ آپ کا خیر مقدم کر رہا ہوں مگر اس بات کو بھی انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے لیے امریکی امداد کے حالیہ معاملات کے بارے میں پاکستان کے دینی حلقوں کے جذبات سے آپ صحیح طور پر آگاہ ہو سکیں تاکہ معاملے کے تمام پہلوؤں کا ادراک آپ کے لیے آسان ہو اور آپ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی معزز حکومت کے سامنے حالات کی مکمل تصویر رکھ سکیں۔ امید ہے کہ اس مضمون کے بعض مندرجات کی تلخی اس کے منطقی تقاضوں کی تکمیل میں حائل نہیں ہوگی اور آپ ان جذبات سے اپنی معزز حکومت کو آگاہ کرنے میں فراخ دلی سے کام لیں گے۔

شکریہ

عزت مآب سفیر محترم ریاستہائے متحدہ امریکہ اسلام آباد

سلام و آداب!

گزارش ہے کہ میں نے ۸۷ء میں امریکہ کا وزٹ ویزا حاصل کیا تھا جس پر ۱۹۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰ میں چار مرتبہ امریکہ جا چکا ہوں اور ہر بار مقررہ میعاد سے بہت کم قیام کا موقع ملا ہے۔ ۱۶ مئی ۹۴ء کو میں نے دوبارہ امریکی ویزا کے لیے لاہور کے قونصلیٹ جنرل میں درخواست دی جس پر مجھے کہا گیا کہ میں اپنے ذرائع آمدن کے دستاویزی ثبوت کے ساتھ دوبارہ درخواست دوں جو میں نے آج ۱۹ مئی ۹۴ء کو پیش کر دی اور اس کے ساتھ اپنی مالی پوزیشن اور سفری اخراجات کے حوالہ سے تحریری موقف درخواست سے منسلک کیا۔ مگر درخواست وصول کرتے وقت میرا تحریری موقف درخواست سے الگ کر کے مجھے واپس کر دیا گیا اور ایک دو رسمی سوالات کے بعد میری درخواست مسترد کر دی گئی۔

میرا خیال ہے کہ میرا تحریری موقف پڑھے بغیر اور اسے درخواست کے ساتھ منسلک کیے بغیر درخواست کو مسترد کرنا سراسر ناانصافی ہے جو شاید اس لیے روا رکھی گئی ہے کہ

پاکستان کے معاملات میں امریکی طرز عمل کے خلاف میرے موقف اور سرگرمیوں کے باعث میری درخواست بہرحال مسترد کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ اس لیے تحریری موقف کو درخواست کے ساتھ منسلک رکھنے اور اسے پڑھ کر اس کے بارے میں مجھ سے اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ میں اپنے امریکہ کے سفر کے مقاصد اور اخراجات کے حوالے سے اپنا تحریری موقف اس عریضہ کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں اور یہ گزارش کرتا ہوں کہ ویزا کی درخواست مسترد کرنے کے فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے کیونکہ انسانی حقوق اور آزادی رائے کے بارے میں امریکی موقف کو سامنے رکھتے ہوئے محض سیاسی مخالفت کی بنا پر ویزا دینے سے انکار ایک عجیب قسم کا تضاد معلوم ہوتا ہے۔ نیز گزارش ہے کہ میں ۲۶ مئی کو چار ماہ کے لیے لندن جا رہا ہوں اس لیے میرے اس عریضہ کا جواب لندن کے پتہ پر دیا جائے۔

بے حد شکریہ : والسلام

عبد المتین زاہد

المعروف ابو عمار زاہد الراشدی

بگرامی خدمت جناب عزت ماب تھامس سائمنز صاحب

سفیر ریاستہائے متحدہ امریکہ برائے اسلام آباد

سلام و آداب

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آنجناب اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لیے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سفیر کی حیثیت سے اسلام آباد تشریف لا چکے ہیں۔ میں پاکستان کا ایک شہری اور مذہبی راہ نما ہونے کی حیثیت سے آپ کو تشریف آوری پر خوش آمدید کہتا ہوں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ساتھ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے تعلقات ومعاملات دونوں ملکوں کے سیاسی وصحافتی حلقوں کے ساتھ مذہبی حلقوں میں بھی ایک عرصہ سے زیر بحث ہیں اور روزنامہ جنگ لاہور ۷ جنوری ۹۶ء کی رپورٹ کے مطابق آنجناب نے بھی واشنگٹن میں اپنی حلف برداری کے بعد بعض ایسے امور کا ذکر کیا ہے جو پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کے حوالہ سے باعث تشویش ہیں اور ان میں آپ کے بقول "حال اور مستقبل کی دنیا میں اسلام کا کردار" اور "انسانی حقوق کے احترام کی صورت حال" بھی شامل ہے۔

میں پاکستان کا ایک باشعور شہری اور معاشرہ میں اسلام کے بطور نظام زندگی نفاذ کی

جدوجہد کا ایک نظریاتی کارکن ہوں۔ اس حوالہ سے عالم اسلام اور پاکستان کے بارے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی موجودہ پالیسیوں کا مخالف ہوں اور اس اختلاف کا کھلم کھلا اظہار کرتا رہتا ہوں۔ مگر اس کے باوجود یہ امکان بھی ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہوں کہ اس وقت امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان جو نظریاتی اور تہذیبی کشمکش جاری ہے اور جس کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا جا رہا ہے، ممکن ہے اس کے بہت سے پہلو غلط فہمیوں پر مبنی ہوں اور سنجیدہ گفت وشنید کے ساتھ انہیں دور کیا جا سکتا ہو۔ اس لیے اس امر کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ سرکاری واقفیت کے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی غلط فہمیوں سے بھی پیچھا چھڑایا جا سکے جو بلاوجہ کشیدگی میں اضافہ کا باعث بنی ہوئی ہیں۔

اس پس منظر میں آنجناب کے ساتھ ملاقات وگفتگو کا خواہش مند ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں گے۔ اس عریضہ کے ساتھ مندرجہ ذیل مطبوعات بھی آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں تاکہ ہمارا موقف سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو۔

○ جنگ میں آپ کے مطبوعہ بیان کا تراشہ ○ "مغرب میں مقیم مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں" کے عنوان پر اپنے بعض خطابات ومضامین کا مجموعہ ○ "اسلام اور انسانی حقوق" کے موضوع پر سہ ماہی مجلہ "الشریعہ" کا تازہ شمارہ ○ ہفت روزہ "نقاب" گوجرانوالہ کا ایک شمارہ جس میں میرا ذاتی تعارف تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

بے حد شکریہ، والسلام

ابو عمار زاہد الراشدی

چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

بگرامی خدمت جناب قونصل جنرل ریاستہائے متحدہ امریکہ لاہور

سلام و آداب!

گزارش ہے کہ میں پاکستان کا ایک معروف شہری ہوں۔ گوجرانوالہ کی مرکزی جامع مسجد کا گزشتہ چھبیس سال سے خطیب ہوں۔ ملک کی ممتاز دینی وسیاسی جماعت جمعیت علماء اسلام پاکستان کا مسلسل سترہ سال تک (۷۵ء تا ۹۲ء) مرکزی سیکرٹری اطلاعات رہا ہوں۔ پاکستان قومی اتحاد کا صوبہ پنجاب کا سیکرٹری جنرل اور اسلامی جمہوری اتحاد کا صوبائی نائب صدر رہا ہوں۔ روزنامہ وفاق لاہور، ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور اور ہفت روزہ خدام الدین لاہور

میں کم وبیش پچیس سال تک صحافی خدمات سرانجام دیتا رہا ہوں اور اب بھی روزنامہ وفاق لاہور کا کالم نویس اور سہ ماہی علمی مجلہ الشریعہ گوجرانوالہ کا چیف ایڈیٹر ہوں۔ عالم اسلام اور پاکستان کے بارے میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی موجودہ پالیسیوں کا سخت مخالف ہوں اور ان کے خلاف مسلم رائے عامہ کو بیدار و منظم کرنا میری جدوجہد کا ہمیشہ سے اہم حصہ رہا ہے۔ اپنی جدوجہد اور مقاصد کے لیے تعلیم اور میڈیا کے ذرائع پر یقین رکھتا ہوں اور انہیں ہر ممکن طور پر استعمال میں لانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ اسلامی نظریاتی جدوجہد میں تشدد کے ذرائع پر یقین نہیں رکھتا اور نہ ہی ایسا کوئی ذریعہ میری جدوجہد کا حصہ رہا ہے۔

میں نے ۱۶ جولائی ۱۹۸۷ء کو قونصلیٹ جنرل ریاستہائے متحدہ امریکہ لاہور سے امریکہ کا ملٹی پل ویزا حاصل کیا تھا جو پانچ سال کے لیے تھا اور اس کے تحت ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰ کو چار مرتبہ امریکہ جا چکا ہوں۔ مذکورہ ویزا، امریکہ میں انٹری کے بارے میں پاسپورٹ کے متعلقہ صفحات کی فوٹو کاپی اس خط کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں۔ امریکہ کے ویزے کے لیے میں نے ۱۶-۵-۹۴ء کو دوبارہ درخواست دی جو منظور نہیں کی گئی۔ پھر ۱۹-۵-۹۴ء کو دوبارہ درخواست دی، وہ بھی منظور نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ۵-۶-۹۵ء کو درخواست دی اور اسے بھی مسترد کر دیا گیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ویزے کے لیے میری درخواست کو منظور نہ کرنے کی یہ کارروائی میرے امریکہ مخالف نظریات اور امریکی پالیسیوں کے خلاف جدوجہد کی وجہ سے انتقامی طور پر کی گئی ہے جو مسلمہ انسانی حقوق کے منافی اور سراسر ناانصافی ہے۔

گزشتہ کئی برسوں سے میرا یہ معمول ہے کہ "ورلڈ اسلامک فورم" اور دیگر مسلم تنظیموں کی سرگرمیوں میں شرکت کے لیے ہر سال دو تین ماہ لندن میں رہتا ہوں اور اسی دوران مسلسل چار سال تک امریکہ بھی جاتا رہا ہوں۔ اس سال ستمبر کے پہلے عشرہ کے دوران تین ماہ کے لیے لندن جا رہا ہوں جس کے لیے کراچی سے میری ۸ ستمبر ۹۶ء کی گلف ایرز سے سیٹ کنفرم ہے اور اسی دوران دو تین ہفتے کے لیے امریکہ جانا چاہتا ہوں۔

"ورلڈ اسلامک فورم" کے تعلیمی پروگرام کا ایک اہم حصہ اسلامی تعلیمات کا خط وکتابت کورس ہے جو "اسلامک ہوم سٹڈی کورس" کے نام سے گزشتہ دو سال سے جاری ہے اور اس کا دفتر مدنی مسجد ۲۸۹ گلیڈ سٹون سٹریٹ، فارسٹ فیلڈز، نوٹنگھم، برطانیہ میں

ہے۔ یہ کورس انگلش اور اردو دو زبانوں میں ہے جو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ دعوہ اکیڈمی کا تیار کردہ ہے اور اس کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کے تحت "ورلڈ اسلامک فورم" نے اسے آرگنائز کیا ہے اور اس سال اس کورس میں یورپ کے مختلف ممالک کے ایک ہزار سے زائد طلبہ وطالبات شریک ہیں۔

اس سال ریاستہائے متحدہ امریکہ جانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ "اسلامک ہوم اسٹڈی کورس" کا دائرہ ریاستہائے متحدہ امریکہ تک وسیع کرنے کے امکانات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں اور دینی تعلیم کے حوالہ سے امریکہ میں مقیم مسلمانوں کی ضروریات پر وہاں کی مسلم تنظیموں سے رابطہ اور گفت وشنید کرنا چاہتا ہوں۔

ان معروضات کے ساتھ آنجناب سے گزارش کر رہا ہوں کہ مجھے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا ویزا نہ دینے کی پالیسی پر نظر ثانی کی جائے اور اپنے فیصلے سے مجھے ہفتہ عشرہ کے اندر آگاہ کیا جائے تاکہ ویزے کے حصول کے لیے باضابطہ درخواست دے سکوں اور اس کے مطابق اپنے سفر کے انتظامات اور تیاری کر سکوں۔

امید ہے کہ آپ مجھے اپنے حتمی اور مثبت جواب سے جلد از جلد آگاہ فرمائیں گے۔

بے حد شکریہ

والسلام: عبد المتین زاہد

(المعروف ابو عمار زاہد الراشدی)

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۹۶ء-۷-۲۹

سہ ماہی الشریعہ کی اپریل ۹۸ء کی اشاعت

این جی اوز اور ان کی سرگرمیاں

کے عنوان پر ممتاز اہل قلم کی نگارشات اور اہم رپورٹوں پر مشتمل ہوگی

ان شاء اللہ تعالیٰ (ادارہ)

ابو عمار زاہد الراشدی

امریکہ کی نظر میں سب سے بڑا دہشت گرد

اسامہ بن لادن

اسامہ بن لادن کا نام سب سے پہلے جہاد افغانستان کے دوران خوست میں سنا تھا جہاں یاور کے مقام پر مجاہدین کی عسکری تربیت گاہ تھی۔ دنیا کے مختلف ممالک سے نوجوان جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر وہاں آتے اور چند دن ٹریننگ حاصل کر کے افغان مجاہدین کے ہمراہ روسی استعمار کے خلاف برسرپیکار ہو جاتے۔ راقم الحروف کو متعدد بار حرکت الانصار کی ہائی کمان کی فرمائش پر ایسی تربیت گاہوں میں جانے کا موقع ملا۔ میرے جیسے لوگ وہاں جا کر عملاً تو کچھ نہیں کر پاتے مگر مجاہدین کا خیال تھا کہ ہمارے جانے سے ان کو حوصلہ ملتا ہے، خوشی ہوتی ہے اور خود ہمیں حالات کا براہ راست مشاہدہ کر کے لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی جذبہ کے ساتھ ہم وقتاً" فوقتاً" وہاں جاتے اور ایک دو روز مجاہدین کے ساتھ تربیت گاہوں اور مورچوں میں گزار کر واپس آجاتے۔ وہیں ایک تربیت گاہ عرب نوجوانوں کے لیے بھی مخصوص تھی جہاں مختلف عرب ممالک سے آئے ہوئے سینکڑوں نوجوان تربیت حاصل کرتے تھے۔ مختلف عرب نوجوانوں سے ملاقات ہوتی تھی اور عالم اسلام کے مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک موقع پر یاور سے میران شاہ تک واپس پہنچانے کے لیے جو گاڑی بھجوائی گئی، اس کا ڈرائیور ایک عرب نوجوان تھا جس کی عمر بمشکل اٹھارہ برس ہوگی۔ میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے اور دو سال سے جہاد میں مصروف ہے۔ وطن واپسی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ جہاد میں کامیابی کے بعد ہی وطن واپس جانے کا ارادہ ہے۔ یہ دور وہ تھا جب ابھی خوست فتح نہیں ہوا تھا۔ وہیں اسامہ بن لادن کا نام سنا اور یوں یاد پڑتا ہے کہ شاید کسی موقع پر انہیں دیکھا بھی ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ سعودی عرب کے متمول ترین تاجر خاندان "بن لادن فیملی" کا ایک نوجوان ہے جس کا نام اسامہ ہے۔ خود بھی جہاد میں عملاً شریک ہے اور زیادہ تر اگلے مورچوں میں رہتا

ہے اور مجاہدین کے مختلف گروپوں کی دل کھول کر مالی امداد بھی کرتا ہے بلکہ بعض دوستوں نے بتایا کہ جہاد افغانستان میں مالی تعاون اور مجاہدین کی کفالت میں شاید ہی کوئی دوسرا عرب شیخ اس نوجوان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ اسامہ بن لادن کا نام اس کے بعد مختلف حوالوں سے وقتاً" فوقتاً" سننے میں آتا رہا۔ پھر معلوم ہوا کہ جہاد افغانستان میں تربیت حاصل کرنے والے اور جہاد میں عملاً شرکت کرنے والے عرب نوجوان اپنے اپنے ملکوں کی حکومتوں کے ہاں معتوب قرار پا چکے ہیں۔ ان حکومتوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ جہاد کے جذبہ سے سرشار اور ٹریننگ سے بہرہ ور یہ نوجوان اپنے ملکوں میں جذبہ جہاد کے فروغ کا باعث بنیں گے اور ان ممالک میں مغربی استعمار کے مسلط کردہ نو آبادیاتی نظاموں کے لیے چیلنج ثابت ہوں گے۔ اس لیے انہیں "دہشت گرد" قرار دینے کا فیصلہ ہوا اور ان سے نمٹنے کے لیے مسلم ممالک کے وزرائے داخلہ اور وزرائے خارجہ کے مسلسل اجلاس ہونے لگے۔ پاکستان میں ان "دہشت گردوں" کے خلاف مہم کا آغاز ہوا اور انہیں پاکستان سے نکالنے کے لیے منظم منصوبہ بندی کی گئی۔

اس دوران "اسامہ بن لادن" کا نام ایک بار پھر سامنے آیا اور پتہ چلا کہ یہ نوجوان سوڈان میں بیٹھا ہے اور نہ صرف سوڈان کی نظریاتی اسلامی حکومت کو اقتصادی سپورٹ مہیا کر رہا ہے بلکہ ان عرب نوجوانوں کی پناہ گاہ بھی ہے جو روسی استعمار کے خلاف تاریخی جہاد میں حصہ لینے کی پاداش میں اپنے ممالک کی حکومتوں کے ہاں "دہشت گرد" اور "مفرور" قرار پا چکے ہیں۔ سوڈان رقبہ کے لحاظ سے عالم اسلام کا سب بڑا ملک ہے اور ہمیشہ قحط سالی کا شکار رہا ہے۔ لیکن چند برسوں سے ڈاکٹر حسن ترابی اور جنرل عمر بشیر کی قیادت سے معاشی خود کفالت اور اسلامی اصلاحات کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ سوڈانیوں نے اس راز کو پا لیا کہ اسلامی نظام کے حقیقی نفاذ کے لیے اس سے قبل معاشی خود کفالت ضروری ہے ورنہ مغربی ملکوں اور عالمی اداروں کی معاشی امداد کا شکنجہ دنیا کے کسی مسلمان ملک میں اسلامی نظام کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ چنانچہ انہوں نے ناکل مما نزرع ونلبس مما نصنع "اپنا بویا ہوا کھائیں گے اور اپنا بنایا ہوا کپڑا پہنیں گے" کا قومی نعرہ لگایا اور مغرب کے آگے پھیلنے والے ہاتھ سمیٹ لیے۔ سوڈانیوں نے زراعت کو فروغ دیا' ملک کے اندر سڑکیں تعمیر کیں اور محنت کا راستہ اختیار کیا جس کا ثمرہ بارگاہ ایزدی سے یہ ملا کہ سوڈان گندم میں خود کفیل ہو گیا ہے بلکہ اب برآمد کرنے کی پوزیشن میں ہے جس پر مغرب کے پیچ و تاب کا اندازہ اس

سے لگایا جا سکتا ہے کہ مصر کے صدر حسنی مبارک پر کسی دور میں ہونے والے قاتلانہ حملہ کے ملزموں کو پناہ دینے کے الزام میں سوڈان کو دہشت گرد ملک قرار دیا جا چکا ہے اور امریکہ بہادر سوڈان سے نمٹنے کے لیے تیاریاں کر رہا ہے بلکہ سوڈان کے جنوب میں عیسائی اقلیت کو ابھار کر اور اسے مالی و عسکری سپورٹ مہیا کر کے سوڈان کو خانہ جنگی میں مبتلا کرنے اور تقسیم کر دینے کے مذموم منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سوڈان کی اس معاشی خود کفالت اور نظریاتی پیش رفت کے پیچھے "اسامہ بن لادن" کا ہاتھ ہے اور اسامہ بن لادن نے سوڈان میں بیٹھ کر نہ صرف وہاں کی اسلامی حکومت کا حوصلہ بڑھایا بلکہ قومی شاہراہ کی تعمیر میں ہاتھ بٹا کر سوڈان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دی۔ اسامہ بن لادن کا یہ "جرم" ناقابل معافی تھا کہ اس نے ایک غریب مسلمان ملک کو معاشی خود کفالت کا راستہ دکھایا۔ اسلامی نظام کے نفاذ کی مستحکم بنیاد فراہم کی اور عالمی مالیاتی اداروں کو ایک "شکار گاہ" سے محروم کر دیا۔ چنانچہ امریکہ بہادر نے گزشتہ سال عالمی "دہشت گردوں" کی جو فہرست جاری کی، اس میں "اسامہ بن لادن" کا نام سرفہرست تھا۔ سوڈان کو دھمکی دی گئی کہ وہ "اسامہ" کو امریکہ کے حوالہ کر دے، ورنہ نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اسامہ بن لادن نے سوڈان کو مشکلات سے نکالنے میں مدد دی تھی۔ اس لیے اس کی مشکلات میں اضافے کا باعث بننا اس غیور عرب نوجوان کی حمیت وغیرت کے خلاف تھا۔ اس لیے اسامہ نے چپکے سے سوڈان کو خیرباد کہا اور افغانستان کی آزاد سرزمین میں نیا مسکن بنا لیا۔ اسامہ بن لادن کا اپنا وطن سعودی عرب ہے جہاں اس کا خاندان آج بھی ملک کا متمول ترین تجارتی خاندان ہے جہاں اس کے اہل خاندان ملک کی معاشی ترقی کا ایک اہم کردار ہیں لیکن اسامہ پر سعودی عرب کے دروازے بند ہیں۔ اس لیے کہ وہ خلیج عرب میں امریکی افواج کی مسلسل موجودگی کا مخالف ہے اور اسے عرب ممالک کی خود مختاری کے منافی اور اسرائیل کی تقویت کا باعث سمجھتا ہے۔ وہ سعودی عرب میں اسلامی اصلاحات کا داعی ہے اور ملک کے نظام کو مکمل طور پر اسلامی تعلیمات واحکام کے سانچے میں ڈھالنے کی بات کرتا ہے۔ وہ شاہی خاندان کی پر تعیش زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور خلافت اسلامیہ کا احیا چاہتا ہے اور یہ "جرم" آج کے دور میں اتنا ہلکا نہیں کہ اسے آسانی سے نظر انداز کر دیا جائے۔ راقم الحروف کو گزشتہ ماہ کے اواخر میں افغانستان جانے کا اتفاق ہوا تو جی چاہا کہ ممکن ہو تو "اسامہ بن لادن" سے بھی ملاقات کر لی جائے اور اس کا مسکن دیکھ لیا جائے۔ کچھ دوستوں سے بات

کی تو حالات نے موافقت کا رخ اختیار کر لیا اور ایک شب ہم کچھ دوست چپکے سے "اسامہ بن لادن" کے کیمپ میں جا پہنچے۔ چند نو تعمیر شدہ کچے مکانوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی "الشیخ اسامہ بن لادن" کی پناہ گاہ ہے جہاں ان کے ساتھ انہی کی طرح کے بہت سے عرب نوجوان قیام پذیر ہیں۔ ایک رات ہم وہاں رہے۔ الشیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات ہوئی' دبلے لمبے قد کا ایک نوجوان' افغانی لباس پہنے ہوئے' سر پر پگڑی باندھے' کندھے سے کلاشنکوف لٹکائے اور ہاتھ میں چھوٹی سی تسبیح گھماتے ہوئے سامنے آیا تو یوں محسوس ہوا کہ کوئی افغان عالم دین کسی دینی مدرسہ میں سبق پڑھا کر درسگاہ سے باہر نکل رہا ہے۔ اسامہ بن لادن کے بیوی بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جو اسی خیمہ بستی میں قیام پذیر ہیں بلکہ دستر خوان پر سادہ کپڑوں میں ملبوس تیرہ چودہ سال کا ایک بچہ ہمارے ہاتھ دھلاتے ہوئے آگے بڑھا تو میرے ساتھ بیٹھے ہوئے دوست نے بتایا کہ شیخ اسامہ کا بیٹا ہے۔ جی چاہا کہ اس بچے کے ہاتھ سے پانی کا برتن لے لوں اور خود اس کے پاؤں دھلاؤں جو سعودی عرب میں اپنے خاندان کے بلند و بالا محلات کے بجائے افغانستان کے ایک کیمپ میں اپنے پر عزم اور مجاہد باپ کے ساتھ صرف اس لیے صعوبتیں برداشت کر رہا ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی اور نفاذ کا خواہاں ہے اور اس بارے میں کسی مصلحت اور لچک کا روادار نہیں ہے۔

سچی بات ہے کہ اسامہ بن لادن کا کیمپ دیکھ کر مجھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابو بصیرؓ کا وہ کیمپ یاد آگیا جو انہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد مظلوم مسلمانوں کو کافروں کے مظالم سے بچانے کے لیے پناہ گاہ کے طور پر بنایا تھا۔ ابو بصیرؓ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو کر مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کی رو سے انہیں واپس کفار کے پاس بھجوانے کے پابند تھے۔ چنانچہ آپؐ نے معاہدے پر عمل کر کے انہیں واپس کر دیا۔ مگر ابو بصیرؓ نے مکہ مکرمہ واپس جانے کے بجائے راستہ میں سمندر کے کنارے ایک کیمپ بنا لیا جو دیکھتے دیکھتے کفار کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی محفوظ پناہ گاہ بن گیا اور بالآخر کفار کو خود معاہدہ کی اس شق سے دستبردار ہونا پڑا۔ خدا کرے کہ آج کا یہ ابو بصیرؓ بھی مسلمان مجاہدین کو محفوظ پناہ گاہ مہیا کرنے میں کامیاب ہو اور اس کی یہ جدوجہد دنیا میں اسلام کے غلبہ ونفاذ کا نقطہ آغاز بن جائے۔ آمین یا رب العالمین۔

(روزنامہ پاکستان اسلام آباد ۱۳ مارچ ۹۷ء)

از جناب جارج اشتون

مسلمان اور مغربی میڈیا

امریکہ کے سابق صدر آنجہانی جارج واشنگٹن کے پڑپوتے جارج اشتون نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنے تفصیلی مضمون میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اس مضمون کا ایک حصہ پیش خدمت کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

میری پیدائش واشنگٹن کے قریب ور جیسیا میں ہوئی۔ میرے والد امریکی بحریہ میں ایک افسر تھے' وہ امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پوتے تھے۔ میری نشوونما اور تعلیم وتربیت کے سارے مراحل خاندان میں طے ہوئے۔ میرے آباؤ اجداو کا ایک بڑا فارم ہے جو چار سو سال سے ہماری ملکیت ہے۔ عیسائیت کے متعلق چند معلومات حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر بچپن ہی سے تھی۔ میں جب پادری سے بھی سوال کرتا' وہ مجھے مطمئن کرنے میں ناکام ہو جاتا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور حضرت عیسیٰ کا وجود دونوں الگ الگ ہیں۔ یہ دور میری زندگی کا مشکل ترین دور تھا۔

جب میں نے صحافتی زندگی میں قدم رکھا تو ایک کیمرہ مین کی حیثیت سے رسالہ ٹائم کی طرف سے لبنان کی خانہ جنگی کی تصویریں کھینچنے کے لیے بیروت جانا پڑا۔ ایک عرب اور مسلمان ملک کے سفر کا تصور کر کے مجھے خوف اور گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ امریکی فلموں اور میڈیا نے میرے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح بٹھا دی تھی کہ مسلمان تشدد پسند اور ظالم ہوتے ہیں۔ وہ انتہائی جاہل اور جنگلی ہوتے ہیں۔ انسانی جذبات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن لبنان میں داخل ہوتے ہی میرے تمام نظریات وتصورات یکسر باطل ثابت ہوئے۔ میں نے بچشم خود مشاہدہ اور تجربہ کیا کہ مسلمانوں اور عربوں سے متعلق مغربی میڈیا نے جو کچھ تاثرات دیے ہیں' وہ جھوٹ اور گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے۔ لبنان میں جن مسلمانوں سے مختلف مقامات پر ملاقاتیں ہوئیں' انہوں نے ہمیں خطرات سے محفوظ رکھنے میں جان کی بازی لگا دی۔ میرے کھانے پینے اور آرام و راحت کے تمام وسائل مہیا کرنے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔ جب (عیسائی فوجوں) کی کمین گاہوں سے گولی چلائی گئی اور میں زخموں سے

چور ہو گیا تو ان مسلمانوں نے میرے علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور انہوں نے اس طرح میری دیکھ بھال کی جیسے میں ان کا بھائی اور فرد خاندان ہوں۔ اس وقت میری عمر صرف بیس سال تھی۔ جس ہوٹل میں میرا قیام تھا' وہیں قریب ایک مسجد تھی جس کے امام سے میں ملا کرتا اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا۔ ان کی باتوں سے میرے اندر اسلام سے رغبت پیدا ہونے لگی۔ اس وقت میں نے نہ قرآن پڑھا تھا اور نہ ہی حدیث سے واقف تھا۔ لیکن مسلمانوں کے امام سے گفتگو اور مسلسل ملاقاتوں اور ان کے قرب نے میری تمام غلط فہمیوں کو دور کر دیا۔ میں نے از سر نو مسیحی اور مختلف عیسائی فرقوں سے متعلق مطالعہ کرنا شروع کیا۔ گرجا گھروں میں پادریوں سے بھی ملا لیکن مجھے تسلی نہ ہو سکی۔ جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو واشنگٹن میں افغانستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والی ایک ایجنسی نے مجھے رپورٹنگ کے لیے افغانستان بھیجا۔ میری یہ ذمہ داری تھی کہ افغان مجاہدین کی ضروریات کا جائزہ لوں اور مالی وفوجی امداد کا اندازہ کروں۔ ہم نے بعض افغان مجاہدین کو واشنگٹن اور نیویارک مدعو کیا تاکہ وہ امریکن کانگریس کے ارکان سے تبادلہ خیال کر سکیں۔ ان رابطوں کے دوران میں نے عام افغان مجاہدین کے اندر جو اسلامی روح پائی' اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عین معرکہ جنگ میں وقت آنے پر نمازوں کے لیے کھڑے ہو جاتے' وہ کہا کرتے کہ اپنے خالق ومالک کو راضی کرنے کے لیے ہم عبادت کرتے ہیں۔ میں جب انہیں جوش وجذبے سے جہاد کرتے دیکھتا اور نہتے ہوتے ہوئے بھی ایک بڑی فوجی طاقت سے لڑتے دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور دشمن پر یقیناً فتح وغلبہ حاصل کر لیں گے۔ اس لیے کہ ان کے دلوں میں وہ ایمان موجزن ہے جس سے روسی فوج مرحوم ہے۔

میں نے قیام افغانستان کے دوران ہی احادیث نبویؐ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء سے فرماتے تھے کہ "وہ ایمان ہی کی بدولت کامیاب وکامران ہوں گے۔" اس میں شک نہیں کہ ایمان کی قوت سے بھرپور افغان مجاہدین جدید ترین جنگی ساز وسامان سے لیس روسی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ افغانستان سے واپسی کے بعد میں صحافت کے بجائے اپنے اصل پیشہ' کیمرہ مینی کا کام کرنے لگا۔ ۱۹۸۸ء میں نیو یارک میں ہم نے دوستوں کے تعاون سے ایک کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ "راک اینڈ رول" گانے والوں کی ایک ٹیم ہم نے تشکیل دی۔ یہاں سے ہماری دوسری

زندگی شروع ہوئی جو سراسر لہو ولعب اور رقص وسرور اور شراب وشباب کی زندگی تھی۔ ہماری ملاقاتیں ان مشہور فلمی ستاروں سے بھی ہوئیں جن کے بارے میں ہم اخبارات میں پڑھا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ہم نے دولت اکٹھی کرنا شروع کی۔ ایک سال کے اندر ہی میرے پاس ستر ہزار ڈالر جمع ہو گئے۔ میری زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی رقم میرے ہاتھ میں آئی۔ مجھے ایک بڑے دولت مند کی شادی کی تقریب میں ناروے مدعو کیا گیا تاکہ میں اس کی فلم بندی کروں۔ اس میں اچھے خاصے پیسے ملے۔ ۱۹۹۲ء میں مجھے راک اینڈ رول کے مشہور مغنی ایلٹن جان کے ساتھ سفر پر جانا پڑا تاکہ اس کے اس سفر کو کیمرے میں محفوظ کروں۔ یورپ کی سیاحت کے دوران ویانا میں ہماری ملاقات پناہ گزینوں کے ذمہ داران' اقوام متحدہ کے ایک عہدے دار سے ہوئی۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ آپ صرف دو دن کے لیے بوسنیا ہو کر آیئے اور وہاں کی خانہ جنگی کی تصویریں لے لیجیے۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ میں نے خانہ جنگی کی اتنی تصویریں اتاری ہیں جو بہت سی جنگوں کے لیے کافی ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اری ٹیریا' ایتھوپیا' پولی سیاریو (مراکش) افغانستان اور بیروت وغیرہ کی تصویریں لے چکا ہوں۔ لیکن جب میں اپنے ہوٹل میں واپس آیا تو اس شب ٹیلی ویژن پر بوسنیا کی خبریں دیکھ کر میری رائے بدل گئی۔ ہم نے ٹی وی پر دیکھا کہ سرائیوو میں خواتین اور معصوم بچوں نے روٹی حاصل کرنے کے لیے لائن لگائی تھی' اس پر سربوں نے زبردست گولہ باری کی۔ اس خبر نے میرے احساسات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس لیے کہ افغانستان اور دوسرے مقامات پر بے گناہ بچے اور عورتیں جنگ میں قتل ہوئے لیکن اصل مقابلہ مردوں کا مردوں سے تھا لیکن بوسنیا میں جو جنگ ہو رہی تھی' وہ تو مکمل طور پر مسلمانوں کے خلاف تھی۔

(مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ دسمبر ۹۷ء)

سعد قاسم' کنوینر کرش امریکہ فورم

دہشت گرد کون؟

افغانستان کی سنگلاخ وادیوں میں افغان مجاہدین کے ہاتھوں روسی استعمار کی شکست و ریخت کے بعد امریکی استعمار کو یہ موقع ملا ہے کہ وہ عالمی سطح پر "نیو ورلڈ آرڈر" کے عنوان سے اپنی چودھراہٹ کا نعرہ لگائے اور "واحد سپر پاور" کے زعم کے ساتھ دنیا پر تسلط کا خواب دیکھے' امریکہ اور اس کے حواری یہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں روس کو شکست انہوں نے دی ہے اور اب وہ فاتح کی حیثیت سے ملت اسلامیہ سمیت اپنے دیگر عالمی حریفوں سے نمٹنے کی پوزیشن میں آگئے ہیں۔ حالانکہ یہ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ افغانستان میں روس کی مسلح مداخلت کے بعد جب افغانستان کے غیور علماء و طلباء اور دیندار عوام نے اس کے خلاف ہتھیار اٹھائے تو امریکہ سمیت کوئی بھی قوت ان کی پشت پر نہیں تھی اور سالہا سال تک یہ کیفیت رہی کہ غیور افغان مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں فاقہ مستی کے ساتھ روس کی مسلح افواج کے خلاف نبرد آزما رہے اور عالمی قوتیں اس وقت جہاد افغانستان کی طرف متوجہ ہوئیں جب افغان مجاہدین افغانستان کے کم و بیش ستر فی صد حصہ پر قبضہ کر کے کابل حکومت کی عملداری کو چند بڑے شہروں تک محدود کر چکے تھے۔

یہ درست ہے کہ جہاد افغانستان کے آخری سالوں میں امریکہ اور دیگر عالمی قوتوں نے اپنے مفادات اور مقاصد کے لیے افغان مجاہدین کی پشت پناہی اور اسباب جنگ فراہم کیے لیکن یہ دعویٰ قطعی طور پر حقائق کے منافی ہے کہ یہ جنگ امریکہ نے لڑی ہے اور وہ اس جنگ کا فاتح ہے۔

جہاد افغانستان کے نتیجہ میں جہاں سوویت یونین جیسی عظیم طاقت بکھری وہاں مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا کی ریاستوں کو آزادی نصیب ہوئی اور دیوار برلن زمین بوس ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی دنیا بھر میں مظلوم مسلم اقلیتوں کو اپنی آزادی اور دینی تشخص کے تحفظ کے لیے میدان میں آنے کا حوصلہ ملا' بوسنیا' چیچنیا' مورو' اراکان' فلسطین' کشمیر' سنکیانگ' اری ٹیریا اور دیگر علاقوں میں مسلمان نوجوان جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو کر میدان جنگ میں آگئے اور علاوہ ازیں مسلم ممالک میں اسلام کے غلبہ و نفاذ کی تحریکات بھی نئے حوصلہ و ولولہ کے ساتھ ظالم

حکومتوں اور کافرانہ نظاموں کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو گئیں۔

امریکہ اور اس کی حواری مغربی طاقتوں کا خیال تھا کہ وہ روسی استعمار کی شکست کے بعد فاتحانہ یلغار کرتے ہوئے عالم اسلام کو اپنے پنجے میں جکڑ لیں گی اور اسی مقصد کے لیے اسلام کو اپنا ہدف قرار دے کر امریکی کیمپ نے نئی صف بندی شروع کر دی تھی لیکن فلسطین و کشمیر سمیت دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمانوں کی مسلح تحریکات اور افغانستان میں طالبان کی خالص نظریاتی اسلامی حکومت نے امریکی استعمار کے خوابوں کو پریشان کر دیا ہے اور اسے یہ خوف محسوس ہو رہا ہے کہ اس عظیم نظریاتی اور جہادی قوت کے ہاتھوں اس دنیا پر تسلط کے عزائم بکھر کر رہ جائیں گے اس لیے دینی مراکز و مدارس کی کردار کشی اور مجاہد تنظیموں کے خلاف بے بنیاد الزام تراشی اور پراپیگنڈہ کا بازار گرم کر دیا گیا ہے اور فلسطین میں یہودیوں کو ناکوں چنے چبوانے والی مجاہد تنظیم حماس اور مقبوضہ کشمیر میں برہمن سامراج کی نیندیں حرام کرنے والی مجاہد تنظیم حرکت الانصار سمیت درجنوں تنظیموں کو دہشت گرد قرار دے کر امریکہ انہیں نام نہاد مسلمان حکومتوں کے ذریعے کچلنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔

حرکت الانصار مجاہد علماء طلبہ اور دیندار نوجوانوں کی تنظیم ہے جس کے ہزاروں نوجوانوں نے سالہا سال تک افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف جنگ لڑی ہے اور اب حرکت الانصار کے نوجوان مقبوضہ کشمیر میں انڈیا کی آٹھ لاکھ مسلح فورس کے خلاف جرات مندانہ کاروائیاں کرنے والی سب سے بڑی تنظیم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور امریکہ بجا طور پر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے کشمیر کی آزادی کو اپنے مفادات کے سانچے میں ڈھالنے اور کشمیر کو تقسیم کر کے وادی کا خطہ اپنے فوجی اڈے کے طور پر حاصل کرنے کے لیے جو مذموم سازش تیار کر رکھی ہے اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ”حرکت الانصار“ ہے اور اسی وجہ سے اس نے حرکت الانصار کو دہشت گرد قرار دے کر بدنام کرنے اور غیر موثر بنانے کی کاروائیوں کا آغاز کر دیا ہے۔

ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ وہ امریکہ جس نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر ایک دہشت گرد قوت کے طور پر عالمی سطح پر اپنے سیاسی کیریر کا آغاز کیا اور جو فوجی قوت کے بل بوتے پر مشرق وسطی میں نہ صرف عربوں کی تیل کی دولت پر مسلط ہے اور اسے مسلسل لوٹ رہا ہے‘ بلکہ کٹھ پتلی حکومتوں کی پشت پناہی کر کے عرب عوام کو آزادی رائے اور دیگر شہری آزادیوں سے محروم رکھے ہوئے ہے وہ امریکہ دنیا میں امن و انسانی حقوق کی دہائی دے کر مظلوم اقوام کی آزادی کی جنگ لڑنے والی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے۔

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

حرکت الانصار تو مجاہدین کی تنظیم ہے جس نے کل افغان عوام کی آزادی اور دینی تشخص کے تحفظ کی جنگ لڑی تھی اور آج کشمیری عوام کی آزادی اور دینی تشخص کے تحفظ کے لیے قربانیوں کی نئی روایات قائم کر رہی ہے مگر امریکہ کون ہے؟

-- ○ جس نے ہیروشیما اور ناگاساکی کو ایٹمی دہشت گردی کا نشانہ بنایا۔

-- ○ جس نے فلسطین کو اس کے باشندوں سے چھین کر یہودی دہشت گردوں کے حوالہ کر دیا۔

-- ○ جو عربوں کے تیل پر قابض ہے اور ان کی دولت کو مسلح ڈکیتی کے رنگ میں لوٹ رہا ہے۔

-- ○ جس نے ویت نام کے عوام کو سالہا سال تک مسلح جارحیت کا نشانہ بنائے رکھا۔

-- ○ جو عرب بادشاہتوں اور فوجی آمریتوں کی پشت پناہی کر کے عرب عوام کو ووٹ اور آزادی رائے کے مسلمہ حقوق سے محروم رکھے ہوئے ہے۔

-- ○ جو بوسنیا اور چیچنیا میں مسلمانوں کے قتل عام پر "گونگا شیطان" بنا رہا اور کشمیر و فلسطین میں مظلوم مسلمانوں کی آزادی کی جنگ اسے نظر نہیں آ رہی۔

اس امریکہ کے نزدیک

-- ○ کشمیری مسلمانوں کی آزادی کی جنگ لڑنے والی حرکت الانصار دہشت گرد ہے۔

-- ○ فلسطین کی آزادی کی جدوجہد کرنے والی حماس دہشت گرد ہے۔

-- ○ سعودی عرب سے امریکی افواج کے انخلا اور انسانی حقوق اور اسلام کی بالادستی کی جدوجہد کرنے والا عظیم مجاہد اسامہ بن لادن دہشت گرد ہے۔

-- ○ مصر میں اسلامی قوانین کی جنگ لڑنے والا بوڑھا اور نابینا عالم دین، شیخ عمر عبد الرحمان دہشت گرد ہے۔

-- ○ سوڈان میں اسلامی نظام اور معاشی خود کفالت کی جدوجہد کرنے والی حکومت دہشت گرد ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امریکہ کی اس منافقت کا پردہ چاک کیا جائے اور انسانی حقوق کی خوشنما کھال اوڑھ کر دنیا بھر کو دہشت گردی کا نشانہ بنانے والے اس "درندے" کو بے نقاب کر کے مظلوم اقوام کو اس کے جبر و استبداد کے پنجے سے چھڑایا جائے۔

امریکہ اور وسطی ایشیا

امریکہ کو اب وسطی ایشیا کی چھ مسلم جمہوریاؤں قازقستان' ازبکستان' ترکمانستان' آزربائی جان' ارغیرستان اور تاجکستان کی جانب سے گہری تشویش لاحق ہوگئی ہے جن کی مجموعی آبادی ۵۶ء۲ ملین ہے۔ امریکی وزیر خارجہ جیمز بیکر نے ان جمہوریاؤں کا دورہ بھی کیا۔ اب وہاں کے حالات' سفارتی و اقتصادی صورت حال پر امریکہ کی گہری نظر ہے۔ امریکیوں نے جب یہ محسوس کیا کہ متعدد مسلمان ممالک نے جن میں پاکستان' سعودی عرب' ایران اور لیبیا اور ترکی شامل ہیں' اپنے وفود وہاں بھیجے ہیں تا کہ مشترکہ مذہبی رشتوں کو مضبوط بنایا جا سکے تو اس نے بھی وہاں اپنے وزیر خارجہ کو بھیج دیا۔ مبصرین نے' جو یہ چاہتے ہیں کہ امریکہ سوویت یونین کے ٹوٹنے کا فائدہ اٹھائے' بش انتظامیہ پر زور دیا ہے کہ وہ ان علاقوں کو نظر انداز نہ کرے جن کی جنگی اہمیت بھی ہے اور جن کے پاس وسائل بھی ہیں۔ امریکہ نے ان ملکوں کو اہمیت دیتے ہوئے فی الحال وہاں اپنے سفارتی "دفاتر" قائم کیے ہیں۔ ان دفاتر کی نوعیت یہ ہے کہ بعض تو محض یک رکنی عملہ اور کمرہ پر مشتمل ہیں اور بعض چند افراد اور کرایہ کے فلیٹ پر۔ امریکہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور عالمی بنک میں ان ممالک کی رکنیت میں مدد دے گا۔ لیکن ان گروپوں کا منہ بند کرنے کے لیے جو ان مسلم ممالک سے قریبی تعلقات کے مخالف ہیں' بعض مبصرین نے کہا کہ امریکی اقتصادی اقدامات کو صرف سیاسی کارروائی سمجھنا چاہیے کیونکہ بش انتظامیہ نے ان جمہوریاؤں سے کہا ہے کہ وہ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی شماریاتی مواد فراہم کریں اور اس مواد کی تکمیل میں کئی برس لگ جائیں گے۔ ایک مبصر نے کہا کہ یہ طویل عمل ہوگا۔ اس نے کہا کہ اس کے لیے ان ممالک کے لوگوں کو اقتصادی امداد کے محض فارم پر کرنے اور انہیں سمجھنے کے لیے تعلیم کے عمل سے ہمکنار کرنا ہوگا۔ امریکہ کو علم ہے کہ ان ممالک کی مجموعی قومی پیداوار کیا ہے لیکن اس کے باوجود اس خطہ میں مضبوطی سے قدم جمانا چاہتا ہے۔ اس کی اہم وجوہ یہ ہیں۔ بیشتر امریکی مبصرین کو یقین ہے کہ اسلام تیزی کے ساتھ ان ممالک کے عوام میں سوویت یونین کے خاتمہ کی بنا پر پیدا ہونے والے نظریاتی خلا کو پر کر رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ۸۵ء میں جب گورباچوف اقتدار میں آئے تو سمرقند میں صرف تین مساجد میں نماز ہوتی تھی۔ آج اسی شہر میں ۱۰۵ مساجد ہیں۔ بعض اطلاعات کے مطابق گزشتہ دو برسوں میں وسطی جمہوریاؤں میں مساجد کی تعداد دوگنی ہو کر دو ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ امریکی حکومت

نے ان لوگوں کی بھرتی پہلے ہی شروع کر دی ہے جو وسطی ایشیائی ممالک کی مختلف زبانیں جانتے ہیں تا کہ خطہ کے عوام میں اسلام کی طاقت اور اس کی کمزوریوں کا عمل ہو سکے۔ بیکر نے اپنے دورہ میں کہا تھا کہ "میرے خیال میں ان ممالک میں اسلام کی جڑیں زیادہ گہری نہیں ہیں اور یہ کہ اس خطہ میں بنیادی امریکی مقصد اور حکمت عملی یہ ہونی چاہیے کہ یہاں ایرانی اثرات کا راستہ روکا جائے۔" اس بیان پر ایک جریدہ نے کڑی نکتہ چینی کی۔ ان علاقوں سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق عرب ملک اور ایران ان ممالک میں اپنی مقبولیت بڑھانے کے لیے کوشاں ہیں اور پاکستان بھی ایسا ہی کر رہا ہے اور اس نے اسلامی مواد اور معلمین نیز کاروبار کو ایک ساتھ وہاں بھیج کر نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس صورت حال میں شریک ایک اور اہم ملک ترکی ہے جس کے بیشتر جمہوریاؤں سے تاریخی رشتے رہے ہیں لیکن اس کے پاس ایسے وسائل نہیں جو ان ممالک تک پہنچائے جا سکیں۔ دوسری جانب امریکی محکمہ خارجہ گہری توجہ کے ساتھ اس صورت حال کو دیکھ رہا ہے۔ بظاہر عندیہ ہے کہ اسلام طویل عرصہ کے سیکولرازم کا محض ابتدائی رد عمل ہوگا اور اس سے بچنے کے لیے کام لیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ازبکستان کے صدر کریموف ازبک کمیونسٹ پارٹی کے سابق جنرل سیکرٹری ہیں اور وہ اقتصادی ترقی کے لیے سیکولر ترکی کے نظام کے حامی ہیں۔ انہوں نے انقلابی اسلامی پارٹی کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ امریکی انتظامیہ سمجھتی ہے کہ ان خطوں کی اسلامی تحریکوں میں پیدا ہوگیا ہے۔ بیکر کے وفد کو کریموف سے بات چیت کر کے بہت خوشی ہوئی تھی کیونکہ حقوق انسانی اور جمہوریت پر مشتمل نظام کے لیے انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ مغربی سفارت کاروں نے جو اس خطہ سے واقف ہیں' بتایا کہ اسلام ان ممالک میں محض ایک فیشن ہے۔ یہ علاقے ۷۰ سالہ سیکولرازم کے بعد اس قدر اسلامی ہو ہی نہیں سکتے۔ سفارت کار کہتے ہیں کہ اسلامی علماء میں کے جی بی اور سوویت یونین کا اتنا اثر و نفوذ تھا کہ اب کوئی ایسا روحانی رہنما باقی نہیں جو شکوک و شبہات سے بالاتر ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ "مسلم برادرہڈ" جیسی تنظیمیں جو تقریباً" ہر عرب ملک میں ہیں' اس خطہ میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ تاجکستان کے پاس سب سے زیادہ ترقی یافتہ سیاسی نظام ہے لیکن اس کے مشکل جغرافیائی حالات نے اسے وسطی ایشیا کی سیاست کے مرکزی دھارے سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ سفارت کاروں نے یہ اطلاع بھی دی کہ وادی فرغانہ ازبکستان' کرغیزستان اور تاجکستان کی سرحد تک پھیلی ہے اور اس میں منظم سیاسی تحریک بھی پائی جاتی ہے لیکن اس کی جغرافیائی صورت حال بھی اسے دیگر جمہوریاؤں سے دور رکھتی ہے۔ مغرب کو ان جمہوریاؤں میں کسی سیکولر تحریک کے تصور سے بہت تقویت پہنچتی ہے۔ وہ اس ضمن میں ازبکستان کی یونٹی پارٹی اور فری ول پارٹی کا حوالہ دیتا ہے۔ ان پارٹیوں کو مسلم جمہوریاؤں کے روسی طبقات کی

حمایت حاصل ہے۔ امریکہ کو ان خطوں میں اقلیتوں کے کردار سے بھی بہت دلچسپی ہو گی۔ امریکہ اور مغربی ممالک رشین اور آرمینائی باشندوں کی لڑائی خاموش تماشائی بن کر دیکھ رہے ہیں جو وہ آذربائی جان کے لوگوں سے نگورنو کاراباخ میں لڑ رہے ہیں۔ یہ آذربائی جان کا وہ علاقہ ہے جہاں آرمینائی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ لیکن یہ لوگ آذربائی جان کے مسلمانوں کے خلاف تشدد میں مصروف رہے ہیں۔ مرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہو چکی ہے لیکن بش انتظامیہ اور دیگر مغربی ممالک نے یہ کہہ دیا ہے کہ وہ لبنان جیسی اس صورت حال میں ملوث نہیں ہونا چاہتے۔ عیسائی مشنری پہلے ہی اپنے اس منصوبہ کا اعلان کر چکے ہیں کہ وہ مسلم جمہوریاؤں میں جا کر وہاں کے لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کریں گے۔ عراق پر امریکی بمباری کے بعد ان عیسائی گروپوں نے جو کچھ کہا تھا' وہی کچھ اب بھی کہا ہے کہ اب عیسائیت کی تبلیغ کے لیے انہوں نے بھاری رقوم جمع کر لی ہیں۔ امریکی تجزیہ نگاروں کو خصوصیت سے قازقستان کے معاملہ میں بہت تشویش لاحق ہے کیونکہ وہ پانچ سابق جمہوریاؤں میں واحد ہے جس کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں۔ اس پر کڑی نظر رکھی جا رہی ہے۔ بعض جمہوریاؤں نے اپنے ایٹمی ہتھیار ماسکو کے سپرد کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے لیکن قازقستان نے ایسا نہیں کیا۔ نیز ایرانی' پاکستانی اور لیبیا کے باشندے آزادی کے ساتھ اس جمہوریہ میں آجا رہے ہیں۔ اس پر امریکہ بہت پریشان ہے۔ امریکی تجزیہ نگار کو اس پر بھی تشویش ہے کہ نظریاتی میدان میں اب مسلم جمہوریاؤں میں گہری نسلی اور ثقافتی وابستگی نہیں پائی جاتی جیسی کہ دیگر نو آزاد ممالک میں ہے۔ ۷۰ برس کے روسی اثرات کے بعد اب بھی صرف اسلام ہی وہ واحد قوت ہے جس کے ذریعے یہاں کے لوگ اپنی شناخت کرا سکتے ہیں۔ اور متحد رکھنے والا یہ نظریہ امریکیوں کے بقول مسلمان بنیاد پرستوں اور جنگجو انتہا پسندوں کو تقویت دے گا۔ امریکہ کو اس نوع کے بیانات سے بھی تشویش ہے جو وہاں کے مسلمانوں کی جانب سے دیے جا رہے ہیں۔ مثلاً" ریاضی کے ایک ۳۷ سالہ استاد احمد وف نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ سے مسلمان تھے۔ ہم نے اس کا اظہار اس لیے نہیں کیا کہ ایسا کرنے کی ممانعت تھی۔ لیکن اسلام کی جڑیں ہمارے اندر ہمیشہ رہی ہیں۔ ایک ۲۷ سالہ کسان نے کہا کہ "عوام کو قرآن مجید کی تعلیمات پر یقین ہے۔ یہ ہمارا آئین ہے۔ ہم حقیقی آئین چاہتے ہیں جو قرآن مجید پر مبنی ہو۔" امریکہ کے لیے تو فرق صرف یہ پڑا ہے کہ کمیونسٹوں کی جگہ اسلام نے لے لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو ان جمہوریاؤں سے تشویش لاحق ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن ۱۶ مارچ ۹۲ء)

اخباری رپورٹیں

امریکہ اور عالم اسلام

مغرب اور اسلام

مشہور امریکی دانشور اور وائٹ ہاؤس کے ایک سابق ملازم جناب فرانسس فیکو ہاما نے اپنے ایک فکر انگیز مضمون میں پوری دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ

"کمیونزم کے زوال کے بعد اور آزاد معاشی نظام کی فتح کے بعد تاریخ کا سفر ختم ہو گیا ہے"

"اشتراکیت کی شکست کے بعد اور سرمایہ داری نظام کی فتح کے بعد اگر دنیا میں کوئی دوسری قوت اس نظام کو چیلنج دے سکتی ہے تو وہ اسلام ہے جس میں ارتقاء کی لازوال قوت موجود ہے"

(جنگ لندن' اداریہ صفحہ' مضمون آغا سید مسعود حسین۔ ۱۸ جنوری ۹۱ء)

کشمیر کے بارے میں امریکی منصوبہ

واشنگٹن (نمائندہ جنگ) امریکہ پاکستان پر اس بات کے لیے دباؤ بڑھا رہا ہے کہ وہ (پاکستان) مقبوضہ کشمیر میں حریت پسندوں کی جو مدد کر رہا ہے' اسے بند کر دے تا کہ امریکہ ایک "آزاد" کشمیر کے لیے اپنا پروگرام شروع کر سکے جس پر تقریباً" تین سال سے عمل کرنے کا پروگرام بن رہا ہے۔ یہ اطلاع مختلف ذرائع سے حاصل شدہ خبروں پر مبنی ہے۔ آزاد کشمیر کے پروگرام پر ان ہی خطوط پر کام ہو رہا ہے جن خطوط پر جہاد افغانستان کو چلایا جا رہا تھا جہاں پاکستان نے زبردست قربانیاں دیں لیکن اب افغان مجاہدین کے گروپوں کو امریکہ اس بات پر ابھار رہا ہے کہ افغانستان میں ایک ایسی اعتدال پسند حکومت قائم ہو جائے جو پاکستان کی مخالف ہو۔ امریکی دفتر خارجہ کے ایک مشیر جو جنوبی ایشیائی امور پر نہایت تجربہ کار یہودی سکالر ہیں اور جن کا نام (پروفیسر) سٹیفن کوہلن ہے' ان کا کہنا ہے کہ جموں جو ہندو اکثریت کا علاقہ ہے' اسے بھارت کے ساتھ رہنا چاہئے جبکہ وادی کشمیر کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے کہ وہ جس ملک کے ساتھ شامل ہونا چاہتی ہے' شامل ہو جائے۔ پھر وہ

ایک ڈھیلی ڈھالی فیڈریشن کی تجویز بھی پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کشمیری امریکن کونسل کا کردار بھی کسی قدر ناقابل فہم ہے جو ۸۹ء میں بنائی گئی تھی۔ اس دوران صدر بش نے ایک کشمیری امریکی کو ایک خط میں وارننگ دی کہ اگر کشمیریوں کی جدوجہد میں پاکستان نے اپنی حمایت بند نہ کی اور یہ سلسلہ بدستور جاری رہا تو بھارت کو پاکستان پر حملہ کرنے کا ایک بہانہ مل جائے گا۔ وہ کشمیری لیڈر ڈاکٹر غلام نبی فال اور ڈاکٹر ایوب ٹھاکر بھی کھلم کھلا ایک "آزاد" کشمیر کی بات کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کا مطلب یہ نہیں کہ کشمیریوں کو پاکستان یا بھارت میں شامل رہنا چاہیے۔

(روزنامہ جنگ لندن ۲۸ جون ۹۲ء)

پاکستان کی امداد کی بحالی کے لیے امریکی شرائط

امریکی غیر ملکی امداد کے بل کی جو شکل اس وقت طے پائی ہے اس کے پیرا (۹۳۶) میں کہا گیا ہے کہ

۱۔ امریکی صدر ہر سال اس مفہوم کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان ارادہ رکھتی ہے کہ پاکستان کے دستور کے مطابق ایسے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر کرائے گی جن میں تمام اہل ووٹروں کو رائے دینے کا حق ہوگا۔ اگر کسی سال ایسا سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے پہلے مذکورہ نوعیت کے انتخابات منعقد کرائے جا چکے ہوں گے تو سرٹیفکیٹ میں ان کا ذکر کیا جائے گا۔

۲۔ امریکی صدر یہ سرٹیفکیٹ بھی جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ازالہ کرنے میں نمایاں اور مشہور ترقی کی ہے۔ خاص طور سے شہریوں کو اذیت دینے، غیر متحارب شہریوں پر مسلح حملے کرنے، طویل عرصہ تک من مانے طور پر لوگوں کو نظر بند رکھنے اور سیاسی بنیادوں پر قید وبند کے احکامات جاری کرنے کا عمل نمایاں طور پر کم کر دیا گیا ہے۔

۳۔ حکومت پاکستان نے پر امن اجتماعات کے انعقاد اور تمام شہریوں کے اس حق کا احترام کرنے میں نمایاں ترقی کی ہے کہ وہ سیاسی سرگرمیوں میں آزادانہ حصہ لے سکیں۔

۴۔ اقلیتی گروہوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادی نہ دینے کی روش سے باز آرہی ہے اور تمام ایسی سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں۔

پیرا (۲۹۷) میں منشیات کی تیاری، فروخت اور استعمال وغیرہ سے متعلق بعض شرائط عائد کی گئی ہیں جبکہ پیرا (۹۲۴) میں کہا گیا ہے کہ اگر بھارت اپنی جوہری سہولتوں اور ساز وسامان پر جامع تحفظات قبول کر لے تو پاکستان کو ملنے والا استثنا ختم ہو جائے گا۔ ہاں اگر صدر امریکہ تصدیق کریں گے کہ پاکستان نے بھی ویسے ہی تحفظات قبول کر لیے ہیں تو اس کی امداد جاری رہ سکے گی۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۵ مئی ۸۷ء)

تیل سعودی عرب کا، کنٹرول امریکہ کا

واشنگٹن (رائٹر) واشنگٹن پوسٹ نے انکشاف کیا ہے کہ امریکی حکومت طویل عرصہ سے سب سے زیادہ تیل برآمد کرنے والے ملک سعودی عرب پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ تیل کی عالمی قیمتیں امریکہ کی مرضی کے مطابق رہیں۔ امریکی وزارت خارجہ کی جو دستاویزات اخبار مذکورہ کے ہاتھ لگی ہیں، ان کے مطابق اگرچہ دونوں ملک اس امر سے انکار کرتے رہے ہیں مگر در حقیقت وہ تیل کے نرخوں میں تعاون کرتے رہے ہیں۔ وزارت خارجہ کی دستاویزات اور قانونی کاغذات مذکورہ اخبار نے فریڈم آف انفارمیشن ایکٹ کے تحت حاصل کیے تھے۔ ان کے مطابق جب تیل کے نرخ ۳۰ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئے تو امریکہ نے سعودی عرب پر دباؤ ڈالا تاکہ نرخ کم ہوں۔ اسی طرح جب دو سال بعد یہ نرخ گر کر ۱۰ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئے تو ریاض حکومت کو پھر مجبور کیا گیا۔ گزشتہ ہفتہ کے قانونی کاغذات کے مطابق امریکی محکمہ خارجہ نے تسلیم کیا کہ تعاون کی یہ پالیسی اب بھی جاری ہے۔ ان دستاویزات سے یہ بات عیاں نہیں ہوئی کہ امریکہ نے کبھی سعودی عرب سے یہ کہا ہو کہ تیل کا نرخ کیا ہونا چاہیے۔ اس کا طریق کار یہ رہا ہے کہ وہ تیل کے نرخوں میں تبدیلی کے بارے میں بالواسطہ تجویز پیش کرے اور یہ ظاہر کرے کہ تبدیلی نہ کی گئی تو کیا نقصان ہوگا۔ سعودی عرب نے اکثر اوپیک کے اجلاس میں اپنی تجاویز سے امریکہ کو پیشگی مطلع کر دیا۔ سعودی عرب سب سے زیادہ تیل برآمد کرنے والے ملک کی حیثیت سے تیل کی پیداوار کم یا زیادہ کر کے تیل کی قیمتوں کو کم یا زیادہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

پاکستان سے امریکہ کے تعلقات

واشنگٹن (ریڈیو رپورٹ) امریکہ نے پاکستان پر زور دیا ہے کہ وہ اشتعال انگیزی پر قائم

کیے گئے مذہبی قوانین کو کالعدم قرار دے دے۔ یہ قوانین اسلام کی بے حرمتی سے تحفظ پہنچانے کے لیے کیے گئے ہیں۔ وائس آف امریکہ کے مطابق امریکی محکمہ خارجہ نے حقوق انسانی سے متعلق اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ پاکستان کے یہ قوانین ملک میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے خلاف تنگ نظری کے حامل ہیں اور اکثر اشتعال انگیزی کو ہوا دیتے ہیں۔ ان قوانین کا اطلاق عیسائیوں' ہندوؤں اور قادیانی فرقے کی اقلیت پر ہوتا ہے۔ قادیانی خود کو مسلمان قرار دیتے ہیں لیکن حکومت پاکستان ان کو مسلمان قرار نہیں دیتی ہے۔ امریکی سینٹ کے اجلاس کے دوران نائب امریکی وزیر خارجہ رابن رافیل نے بتایا کہ پچھلے دس سال میں حکومت پاکستان نے ۱۵ بار اسلام کی بے حرمتی کی فرد جرم عائد کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک بات تو واضح ہے کہ توہین رسالتؐ سے متعلق بیشتر مقدمات یا تو ذاتی عناد کی بنیاد پر قائم کیے گئے ہیں یا پھر اقلیتوں کو ڈرا دھمکا کر سیاسی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عدالتوں میں جب بھی اس نوعیت کے مقدمات کی سماعت ہوتی ہیں تو اکثر کٹر یا انتہا پسند مسلمان بڑی تعداد میں جرح سننے کے لیے وہاں بیٹھے ہوتے ہیں اور دھڑلے سے نہ صرف ملزموں کو مرعوب کرتے ہیں بلکہ جج صاحبان کو بھی دھمکایا جاتا ہے۔ رابن رافیل نے کہا کہ اس قسم کے واقعات کی بنا پر حکومت پاکستان کے لیے یہ بات ناممکن ہو کر رہ جاتی ہے کہ وہ سیاسی بنیادوں پر ان مذہبی قوانین میں نرمی لا سکیں۔ نائب وزیر خارجہ نے کہا کہ ایک مرتبہ تو امید ہو گئی تھی کہ قوانین کو نرم کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم امریکہ میں صدائے احتجاج بلند کرتے رہیں گے۔ ہم اس ضمن میں حکومت پاکستان سے بات چیت جاری رکھیں گے۔ محکمہ خارجہ کی رپورٹ میں پاکستان میں حقوق انسانی کی صورت حال پر ملا جلا رد عمل ظاہر کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ حکومت پاکستان کو انسانی حقوق کی صورت حال بہتر بنانے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اس میں حکام کے ان وعدوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو انہوں نے عورتوں' بچوں اور اقلیتوں کے ساتھ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے نمٹنے کے لیے کیے تھے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سرکاری فوجیں اور غیر سرکاری تنظیمیں لوگوں کی بڑی تعداد کی ہلاکتوں کی ذمہ دار تھیں۔ فوج اور نیم فوجی دستوں نے کراچی میں امن و امان کی بحالی کی کوششوں کے سلسلے میں طاقت کا حد سے بڑھ کر استعمال کیا۔ رپورٹ میں پاکستان پر اپنے سیاسی مخالفین پر مقدمات کے ذریعے انہیں ہراساں کرنے اور انہیں گرفتار کرنے کا الزام لگایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ حکومت نے خلاف ورزیوں کے ذمہ دار سیاسی اور عدالتی نظام

کی اصلاح کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ خواتین مسلسل بد سلوکی اور آبرو ریزی کا شکار ہیں۔ محکمہ خارجہ کی رپورٹ میں بھارت کے حوالہ سے کہا گیا ہے کہ اس نے حقوق انسانی کو بہتر بنانے کے سلسلے میں نمایاں پیش رفت کی ہے اور کشمیر کی جیلوں میں پہلی بار ریڈ کراس کی ٹیم کو جانے کی اجازت دی گئی تاہم سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں حریت پسندوں اور کشمیریوں کی ہلاکت کی کاروائیاں اسی طرح جاری ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ بھارت کے تمام صوبوں میں سرکاری طور پر تشدد اور اذیت رسانی کے بارے میں شہادتیں ملی ہیں۔ اگرچہ ان کاروائیوں کے خلاف قوانین موجود تھے مگر حکومت نے کچھ نہیں کیا۔ رپورٹ میں مشرقی پنجاب کی صورت حال پہلے کے مقابلے میں بہتر ہونے کی تصدیق بھی کی گئی ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۸ مارچ ۹۶ء)

امریکہ اور اسلام کا کردار

پاکستان کے لیے امریکی سفیر تھامس سائمنز نے اپنی حلف برداری کے بعد واشنگٹن میں کہا ہے کہ پالیسی کے اعتبار سے پاکستان امریکہ کے لیے اہم حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم بہت سے قابل تشویش مسائل ہیں جو امریکہ اور پاکستان کے تعلقات میں اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں حال اور مستقبل کی دنیا میں اسلام کا کردار اور انسانی حقوق کا احترام ایسے مسائل شامل ہیں۔ یہ درست ہے کہ پاکستان اور امریکہ اس ضمن میں انسانی حقوق' ایٹمی پروگرام اور منشیات کا ذکر کرتا ہے لیکن ہمارے نزدیک امریکہ کی ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت' کشمیر اور ایٹمی پروگرام کے مسئلہ پر ترجیحی سلوک اور پاک بھارت تنازعات کے ضمن میں ہمارے ازلی دشمن کی جا وبیجا حمایت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں تاہم جہاں تک اسلام کے کردار کا تعلق ہے تو یہ ہرگز قابل تشویش یا متنازعہ امر نہیں۔ یہ امن اور سلامتی کا دین ہے جو ڈیڑھ ہزار سال سے دنیا کو اپنی فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔ اسلام نے کسی یہودی' عیسائی حتیٰ کہ مرتد اور ملحد کو بھی راندۂ درگاہ قرار نہیں دیا بلکہ اپنے ماننے والوں کو سب کے ساتھ صلح و آشتی سے رہنے اور اعلیٰ ترین انسانی واخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے۔ اگر امریکہ اور یورپ چاہیں تو وہ پرامن بقائے باہم کے اصول کے تحت مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ جو مزاحمت اور کشمکش جاری ہے وہ امریکہ اور مغرب کی پیدا کردہ ہے جس نے اسلام کو ہوا بنا لیا ہے وگرنہ مسلمان امریکہ اور مغرب کی

تعمیر و ترقی میں شریک ہیں اور اب یہ سب سے زیادہ فروغ پذیر مذہب کی حیثیت سے امریکہ اور یورپ کے دروازے پر بھی دستک دے رہا ہے۔ اگر عیسائی اور یہودی تعصب کے زیر اثر مسلمانوں کو فنڈا مینٹلسٹ قرار دے کر دہشت گردی کے سلسلے میں مطعون کیا جائے تو اس میں مسلمانوں کا کوئی قصور نہیں۔ جہاں تک اسلامی فنڈا مینٹلز کا تعلق ہے تو ہر مسلمان ان پر ایمان رکھتا ہے مگر وہ "معروف معنوں" میں فنڈا مینٹلسٹ قرار نہیں پاتا۔ اگر امریکی صدر بائبل پر حلف لے کر اور ملکہ برطانیہ چرچ کی سربراہ ہو کر بھی فنڈا مینٹلسٹ نہیں تو صرف مسلمانوں پر ہی یہ الزام کیوں؟ البتہ مسلمانوں کی یہ خواہش ضرور ہے کہ امریکہ یا مغرب ان پر اپنی مرضی کا اسلام مسلط نہ کریں جو ارکان اسلام سے بالکل معرا اور مغربی کلچر کا ملغوبہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی مسلمان مغرب اور امریکہ کے مقابلے میں زیادہ فراخ دل، کشادہ ظرف اور وسیع النظر ہیں۔ یہ ان کا اپنا تعصب ہے جو انہیں مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈے پر اکساتا ہے۔

(اداریتی نوٹ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ جنوری ۹۷ء)

افغانستان کو تقسیم کرنے کی امریکی سازش

افغانستان کے راستے وسطی ایشیائی جمہوریاؤں میں اسلام کی اشاعت روکنے کے لیے افغانستان کے شمالی علاقوں پر مشتمل علیحدہ ریاست "خراسان" قائم کرنے کی سازش کا انکشاف ہوا ہے۔ افغان ذرائع کے مطابق اس سازش میں فرانس، ترکی اور روس کے علاوہ امریکہ شامل ہیں۔ ان ذرائع کے مطابق اس سلسلے میں گزشتہ دنوں ازبکستان میں امریکی سفیر نے ازبک ملیشیا کے سربراہ جنرل رشید دوستم سے تاشقند میں ملاقات کی ہے جس میں مبینہ طور پر مجوزہ طور پر ریاست کے معاملے پر تفصیلی بات چیت کی گئی۔ واضح رہے کہ جنرل رشید دوستم نے ترکی کے سابق وزیر خارجہ جیمز بیکر سے بھی ملاقات کی تھی۔ افغان ذرائع کا کہنا ہے کہ حکمت عملی کے لحاظ سے فرانس، ترکی، روس اور امریکہ افغانستان کے شمالی علاقوں میں دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ مجوزہ ریاست "خراسان" بقیہ افغانستان اور وسطی ایشیائی ممالک کے درمیان بفر زون کا کردار ادا کرے گی اور اس طرح افغانستان اور وسطی ایشیائی ممالک کے درمیان ایک تیسری ریاست اسلام پھیلانے کے سلسلے میں رکاوٹ بنی رہے گی۔ جنرل دوستم کے ساتھ ساتھ نجیب دور کے کمیونسٹ عناصر بھی اس بفر زون میں بنیادی کردار ادا کریں گے۔ مجوزہ بفر زون کی سرحدیں، ازبکستان کے علاوہ تاجکستان اور بقیہ افغانستان سے ملیں گی۔

(روزنامہ جنگ لندن۔ ۲۵ مئی ۹۳ء)

تعارف و تبصرہ

پروفیسر غلام رسول عدیم / محمد عمار ناصر

"تحریف بائبل بزبان بائبل" (مقدمہ)

بائبل جو آج Old Testament اور New Testament کے مجموعے کا نام ہے، اس وقت پوری دنیائے عیسائیت میں مقدس ترین کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ جہاں تک اس کتاب کی تحریری اشکال و ہیئات میں تحریف عبارات، حذف عبارات، تضادات بیانات، تصنیفی نقائص اور استنادی کمزوریوں کا تعلق ہے، وہ صرف آج نہیں بلکہ بہت پہلے سے یار و اغیار سب پر روشن ہیں۔ نہ صرف اس کتاب کا اسلوب زیر بحث رہا ہے بلکہ اس میں پیش کردہ خیالات وافکار مثلاً" الوہیت مسیح، عقیدۂ کفارہ، ابنیت مسیح، ابوت الٰہ، عقیدہ تجسم اور نظریہ تشبہ وغیرہ بھی مدتوں سے تحقیق کی کسوٹی پر کسے جاتے رہے ہیں۔

ہمارے ہاں کے علمائے کرام میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام اس موضوع سے متعلق بات کرتے ہوئے ذہنوں میں فی الفور در آتا ہے جن کی کتاب اظہار الحق اپنا منفرد مقام رکھتی ہے۔ پروفیسر نواب علی کی "تاریخ کتب سماوی" میں بھی بڑے کام کا مواد آ گیا ہے اور مشہور مناظر اسلام احمد دیدات کی تبلیغی ومناظراتی سرگرمیوں سے تو اس کتاب کی وثاقت کو سخت دھچکا لگا ہے۔ مسیحی دنیا میں تو بہت سے نام ہیں تاہم فرانسیسی محقق Maurice Bucaille کی کتاب La Bible le Coran et la Science خاصے کی چیز ہے۔ اس کا ترجمہ ایلسٹر ڈی پینل Alastair D. Pannell نے The Bible The Quran and Science کے نام سے کر دیا ہے۔ اس کتاب نے علمی اور عقلی بنیادوں پر بائبل کی تقدیس کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ حال ہی میں Rober W. Funk اور Roy W. Hoover نے Jesus Seminar کے اشتراک سے The Five Gospels (۱۹۹۳ء) کے نام سے اناجیل اربعہ میں الہامی کلام کی معدومیت کو ایک دنیا پر واضح کر دیا ہے۔

پیش نظر کتاب جو مصنف کے کہنے کے مطابق ایک ہزار صفحات کی گائیڈ بک کا انٹروڈکشن ہے، "تحریف بائبل بزبان بائبل" کے نام سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے زیر اہتمام ۳۰۰ صفحات پر چھپی ہے۔

ع　قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کتاب کے سرسری مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ مولف محترم کو موضوع سے طبعی مناسبت ہے جس سے ان کی مطالعاتی جہت بڑی وسیع اور جاندار ہو گئی ہے۔ بائبل کے کتنے ہی قدیم وجدید نسخے ان کے سامنے ہیں۔ وہ بڑی گہرائی اور گیرائی سے کام لے کر موازناتی اور تقابلی طریق مطالعہ کو بروئے کار لاتے ہیں۔ وہ خاموش کارکن ہیں۔ ان کی تحریر کا انداز مناظرانہ، نہ جارحانہ اور نہ ہی منتقمانہ ہے۔ محض احقاق حق ان کا مدعا ہے۔ وہ پیش نظر معاملے کو سامنے رکھ کر اس پر تدبر کرتے ہیں، پھر اس کے مختلف پہلوؤں کا عمیق جائزہ لے کر نہایت معقول رویہ اختیار کرتے ہوئے دلائل فراہم کرتے ہیں۔ یوں وہ سطحی ذہنوں میں ابھرنے والے تضادات واشکالات اور مغالطات کا ازالہ کرتے چلے جاتے ہیں۔

مولانا عبد اللطیف مسعود کا اصل ہدف اثبات تحریف بائبل ہے۔ وہ اس میں خاصے کامیاب ہیں۔ داخلی اور خارجی شہادتوں سے انہوں نے باحوالہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ بائبل ۱۶۰۰ سال کے عرصے میں تیار ہوئی۔ یہ نہ متناً "کلام الٰہی ہے نہ تاریخاً"۔ صفحہ ۱۴۴ سے ۱۵۳ تک مدلل انداز میں تحریف کے اسباب گنواتے ہیں۔

صلیب وہلال کے اس تقابل میں علمائے مسیحیت ہی کی عبارتوں سے استشہاد کیا ہے۔ مارٹن لوتھر، فلپ ویوین، مسٹر لیکی، پیٹرس اسمتھ، لوئیس برک ہاف، ہورن، ریس وائس، ڈاکٹر بیسن اور کلی می ٹیس جیسے اکابر مسیحی فاضلین کے اقتباسات پیش کر کے اپنے دعوائے تحریف بائبل کو ثابت کیا ہے۔

والقبح ما شھدت بہ الاحباب

کتاب اپنے صوری ومعنوی محاسن کے ساتھ آراستہ ہے۔ تاہم پروف ریڈنگ کی کمی کی وجہ سے املاء کی غلطیوں کی جگہ جگہ نشاندہی کی جا سکتی ہے جن کی فہرست خاصی طویل ہے۔ صفحہ ۹۶ پر "پادریوں کا ایک مغالطہ" اور ص ۲۱۴ پر "قرآن مجید کے مختلف تراجم کا مسئلہ" سے تکرار بے جواز کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اعلام ولماکن پر یا تو اعراب ہونے چاہئیں یا پھر انگریزی ناموں کو ان کے انگریزی ہجوں میں بھی لکھا جانا چاہیے ورنہ عام قاری ان کا صحیح تلفظ نہیں کر پائے گا۔ (غ۔ ر۔ ع)

جنت کے نظارے

علامہ ابن قیمؒ دمشقی چودھویں صدی عیسوی کے حنبلی فقہاء کے سرخیل اور چوٹی کے

متکلم ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ" کی خوشہ چینی نے انہیں فلاسفہ کے مقابلے میں دو دھاری تلوار بنا دیا۔ ان کا قلم باطل پر برق خرمن سوز بن کر دلائل وبراہین کے جہان تازہ پیدا کرتا اور حقائق کی نئی دنیائیں آباد کرتا ہے۔

التبیان فی اقسام القرآن' شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمة والتعلیل اور اعلام الموقعین جیسی بلند پایہ تصانیف ان کے قلم کا اعجاز ہیں۔ ان کی ایک کتاب "حادی الارواح الیٰ بلاد الافراح" اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ یہ کتاب جنت اور اہل جنت کا تفصیلی تعارف پیش کرتی ہے۔ خیال گزرتا ہے کہ کسی بھی زبان میں جنت کے بارے میں کسی ایک کتاب میں اس موضوع پر اتنی تفصیلی معلومات موجود نہیں۔ علامہ ابن القیم" نے اس کتاب میں قرآن وحدیث کو مدار اصلی بناتے ہوئے ۷۰ ابواب میں جنت اور اہل جنت سے متعلق واضح' مستند اور بوقلموں معلومات یکجا کر دی ہیں۔

حصول جنت تو ہر مسلمان کی آرزو ہے لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ترغیبی وتشویقی سرمایہ دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں منتقل ہو کر ہدایت سے محروم انسانوں کی ہدایت کا باعث ہو اور اس سے اہل ایمان کی ایمان افروزی وبصیرت افزائی ہو۔ زیر نظر کتاب جو "جنت کے نظارے" کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے' علامہ ابن قیم" کی اسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔

مترجم مولانا حافظ عبد القدوس قارن مدرسہ نصرۃ العلوم کے فاضلین ہی میں سے نہیں بلکہ اب اس مادر علمی کے جید اساتذہ میں سے ہیں۔ وہ اس عظیم ادارے کے معتبر اور ثقہ اساتذۂ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ فن حدیث میں ان کا توارثی ذوق اور فکری صلابت لائق ستائش ہے۔

میرا ذاتی احساس رہا ہے کہ مدارس عربیہ کے فاضل اساتذہ کی عربیت تو بلاشبہ پایہ وثاقت کو پہنچی ہوتی ہے مگر اردو زبان وادب کے باقاعدہ طالب علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس زبان کے تیور شناس نہیں ہوتے۔ روز مرہ ومحاورہ اور زبان کے لسانی وادبی دروبست میں اردو ادب کے طالب علموں یا اساتذہ کے معیار کو پہنچنا ان کے لیے محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مگر مولانا موصوف کا یہ شگفتہ ورفتہ ترجمہ دیکھ کر مجھے اپنے خیال میں خاصی تبدیلی محسوس ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایک مسرت آگیں حیرت بھی ہے کہ

ع اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں

یہ سچ ہے کہ کسی ایک زبان کو اس کے جملہ اسلوبی محاسن کے ساتھ کسی دوسری زبان میں ترجمہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ لفظی ترجمہ Translitation تو ہے ہی ناممکن۔ اس ضمن کی کوششیں اپنی تمام تر صحت کے باوصف حسن زبان کھو دیتی ہیں۔ حضرت شاہ رفیع الدین کا لفظی ترجمہ قرآن اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود آج رواں اور بامحاورہ تراجم کے مقابلے میں زیادہ مفید مطلب نہیں رہا۔ کوئی دو لفظ آپس میں مرادف نہیں ہوتے' ان کے بوقلموں معانی میں' معنی کی پرتوں (Shades of meanings) میں اختلاف یقینی ہے البتہ مترادفات ہو سکتے ہیں اور علم معانی سے باخبر لوگ خوب جانتے ہیں کہ ہر لفظ اپنا خاص وجود رکھتا ہے اور اس کے اندر معنویت کی اپنی ہی جلوہ گری ہوتی ہے۔ ہو بہو ترجمہ یا روح تک کسی دوسری زبان میں کھینچ لانا ممکن ہی نہیں' ترجمانی البتہ ہو سکتی ہے۔ یہ ترجمانی جتنی اصل سے قریب ہوگی' اتنی ہی کوشش کامیاب تصور کی جائے گی۔ اسی کو ہم عرف عام میں ترجمہ کہہ لیتے ہیں۔ ہمارے قریب کے زمانے میں کئی مترجمین کے نام سامنے آتے ہیں مگر ان میں مولانا ظفر علی خاں اور مولانا غلام رسول مہر اس فن کے بڑے مشاق گزرے ہیں۔

زیر نظر کتاب "جنت کے نظارے" میں مولانا قارن نے جو دل آویز کوشش کی ہے' اس میں زبان کی روانی' الفاظ کی بندش اور جملوں کا تیکھا پن خود بول رہا ہے کہ موصوف نے اس میں خاصی جان کھپائی ہے۔ یوں سمجھیے کہ اصل کتاب کا عطر کھینچ لیا ہے۔ جملوں میں نہ کہیں جھول ہے' نہ خلا۔ عربی الفاظ کے مقابلے میں اردو مترادفات بڑی چابک دستی سے استعمال کیے ہیں۔ قرآن مجید کے متن کو عربی ہی میں نقل کر کے سورتوں اور آیتوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔ جبکہ کتاب میں منقول احادیث کے حوالے بھی اصل ماخذ سے مراجعت کر کے درج کیے گئے ہیں جس سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

اس ترجمے نے ایک بہت اچھی کتاب اردو خواں طبقے تک پہنچا دی ہے۔ امید ہے کہ یہ خوبصورت ترجمہ بہت سے اہل ایمان کے لیے تحریص و تحریض جنت کا باعث ہوگا اور عام قاری "جنت کے نظارے" سے اپنی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشے گا۔ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ کتاب کی کتابت کمپیوٹرائزڈ کی گئی ہے۔ یوں یہ کتاب صوری اور معنوی رعنائیوں کے ساتھ آراستہ ہے۔ میری رائے میں مولانا حافظ عبد القدوس قارن اگر مزید ایسے ہی منصوبوں پر کام کریں تو وہ مسلمانان عالم کے اردو خواں طبقے پر احسان کریں گے۔

(غ۔ ر۔ ع)

درس صحیح مسلم فی ضوء تکملہ فتح الملہم (حصہ اول)

عصر حاضر کے نامور اور جید اہل علم میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دام مجدہم کا نام نامی تعارف کا محتاج نہیں۔ ان کے علمی و فقہی کارناموں کی فہرست بڑی طویل ہے تاہم ان میں صحیح مسلم کی شرح تکملہ فتح الملہم سرفہرست ہے۔ عالم اسلام کے ممتاز اہل علم نے اسے صحیح مسلم کی اب تک لکھی جانے والی تمام شروح میں فائق اور مستند ترین تسلیم کیا ہے۔

مولانا محترم کے فاضل تلمیذ مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری نے زیر نظر کتاب "درس صحیح مسلم" میں تکملہ فتح الملہم کے کتاب الرضاع سے صحبۃ الممالیک تک کے مباحث کی اردو میں تلخیص کی ہے اور اس طرح اردو خواں طبقے کے لیے ان اہم علمی مباحث تک رسائی اور ان سے استفادہ کا سامان بہم پہنچایا ہے۔ کتاب کا حسن تالیف مرتب کے حسن ذوق کا مظہر ہے۔ مرتب موصوف تکملہ کے باقی مباحث کو بھی اسی طرز پر اردو زبان میں منتقل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللھم وفق

۵۰۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۱۰۰ روپے ہے اور اسے مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی نے شائع کیا ہے۔ (ع-ن)

بخاریؒ کی باتیں

زیر نظر مجموعہ میں جناب سید امین گیلانی نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ طویل رفاقت کے حوالے سے اپنی یادداشتیں مرتب کی ہیں جن کے ضمن میں شاہ صاحبؒ کے ذوق و مزاج' طرز فکر' ان کے سفر و حضر اور مجالس کے واقعات و ارشادات اور دینی خدمات کا تذکرہ خوبصورت انداز میں آگیا ہے۔

کمپیوٹرائزڈ کتابت اور مناسب طباعت کے ساتھ ۱۹۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۸۰ روپے ہے اور اسے مکتبہ محمودیہ گلی ۷' شیراز پارک' فیصل آباد نے شائع کیا ہے۔ (ع-ن)

شرعی علاج (صفحات ۱۱۲) وظائف نبوی (صفحات ۱۲۸)

مولانا ظفر احمد صاحب قادری نے زیر نظر دو کتابوں میں روز مرہ معمولات کے لیے

دعائیں اور دینی و دنیاوی پریشانیوں سے نجات کے لیے مختلف اوراد و وظائف اور تعویذات جمع کیے ہیں۔ مرتب چونکہ ایک پیر طریقت ہیں' اس لیے اہل تصوف کے معروف ذوق کے مطابق' بے اصل روایات اور بعض بزرگوں کے ایجاد کردہ اوراد و اعمال کا ایک بڑا ذخیرہ بھی شامل کتاب ہے۔

ان دونوں کتابوں پر قیمت درج نہیں اور انہیں مکتبہ قادریہ' وا ہگہ ضلع لاہور نے شائع کیا ہے۔ (ع۔ن)

ذکر کی اہمیت

اس کتابچہ میں مولانا ظفر احمد قادری نے ذکر الٰہی کی اہمیت اور ضرورت کے حوالے سے مولانا محمد منظور نعمانیؒ' مولانا شاہ محمد یوسفؒ' مولانا مسیح اللہ خان صاحب اور دیگر اہل علم کی متعدد تحریرات کو جمع کیا ہے۔ ۸۰ صفحات کے اس کتابچہ کی قیمت درج نہیں اور اسے مکتبہ قادریہ' وا ہگہ' ضلع لاہور سے طلب کیا جا سکتا ہے۔ (ع۔ن)

نجات کا راستہ

۱۱۲ صفحات کے اس کتابچہ میں عورتوں کی عبرت و نصیحت کے لیے احادیث' فقہی مسائل اور عبرت آموز واقعات کا مفید ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ اس کے مرتب مولانا ظفر احمد قادری ہیں اور اسے مکتبہ قادریہ' وا ہگہ ضلع لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ (ع۔ن)

حکمت کی جڑ یہ ہے کہ آدمی ایک چیز اور دوسری چیز کے فرق کو جانے۔ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ہر قسم کے ظلم کے باوجود ظالموں سے نہیں لڑے۔ مگر مدینہ میں حسب ضرورت آپ نے ظالموں کا مقابلہ کیا۔ غزوہ حمراء الاسد کا سفر باآواز بلند کیا گیا مگر فتح مکہ کے سفر میں آپ نے بلند آوازی سے منع فرما دیا۔ معاہدہ حدیبیہ کے وقت آپ نے مکہ والوں کی یک طرفہ شرائط پر صلح کر لی۔ مگر بنو بکر اور بنو خزاعہ کا واقعہ پیش آنے کے بعد آپؐ نے مکہ کے سردار (ابو سفیان) کی تجدید صلح کی پیش کش کو قبول نہیں فرمایا وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں کبھی بولنا ضروری ہوتا ہے اور کبھی یہ ضروری ہوتا ہے کہ آدمی اپنے منہ میں زبان رکھتے ہوئے چپ ہو جائے۔ کبھی حالات اقدام کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اور کبھی اقدام نہ کرنے کا۔ کبھی آگے بڑھنا افضل ہوتا ہے اور کبھی یہ افضل ہوتا ہے کہ آدمی پیچھے کی سیٹ پر بیٹھنے کے لیے اپنے آپ کو راضی کر لے۔ اسی فرق کو جاننے کا نام حکمت ہے۔ (مولانا وحید الدین خان)

---○ کشمیر، فلسطین اور دیگر خطوں کے مظلوم مسلمانوں کی آزادی'

---○ عالمی استعمار کی اسلام دشمن سازشوں کے مقابلہ اور

---○ مسلم ممالک میں اسلامی نظام کے غلبہ و نفاذ کے لیے

حرکت الانصار کا جہاد

جاری ہے اور جاری رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز

امریکہ کی طرف سے حرکت الانصار کو دہشت گرد قرار دینے کا اعلان اور امریکہ کے حواریوں کی طرف سے حرکت الانصار کے خلاف اقدامات مجاہدین کے قدم نہیں روک سکیں گے۔ کہ

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اس جہاد میں آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہوں اور حرکت الانصار کے قریبی مرکز سے رابطہ قائم کرکے اپنا نام لکھوائیں۔

من جانب: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت حرکت الانصار

پوسٹ بکس ۲۱۳۲ جی۔پی۔او اسلام آباد

--- ○ اسلام کے عادلانہ نظام حیات کے تعارف،
--- ○ اسلام کے خلاف عالمی استعمار کی سازشوں کی نشاندہی اور
--- ○ اسلام دشمن لابیوں کی سرگرمیوں کے تعاقب کے لیے

زیر سرپرستی
مولانا محمد سرفراز خان صفدر

الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ

زیر نگرانی
مولانا زاہد الراشدی

گزشتہ آٹھ سال سے مسلسل مصروف کار ہے۔

--- ○ علمی و فکری جریدہ "الشریعہ" کی پابندی کے ساتھ اشاعت
--- ○ مختلف موضوعات پر لٹریچر کی طباعت و تقسیم اور
--- ○ خط و کتابت کورسز اور فکری محافل کے انعقاد کے جاری پروگرام کے علاوہ

۲ جنوری ۹۸ء سے انٹرنیٹ پر

الشریعہ انٹرنیشنل

کے نام سے ہفتہ وار انگلش میگزین کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

علماء و طلبہ کے لیے مستقل علمی و تربیتی مرکز کے قیام کی غرض سے اٹاوہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی طرف سے چار کنال جگہ کی پیش کش موجود ہے مگر وسائل کی کمی کے باعث ابھی تک تعمیر کا آغاز نہیں کیا جا سکا۔

الشریعہ اکیڈمی کا کوئی مستقل ذریعہ آمدن نہیں ہے اور تمام تر اخراجات صرف مخلص دوستوں اور اصحاب خیر کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہوں اور بارگاہ ایزدی میں جدوجہد کی قبولیت و کامیابی کے لیے پر خلوص دعاؤں اور علمی و فکری راہ نمائی اور مشاورت کے ساتھ ساتھ وسائل کی فراہمی میں بھرپور تعاون کی صورت میں بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

ترسیل زر اور رابطہ کے لیے: حافظ محمد عمار خان ناصر

ڈائریکٹر الشریعہ اکیڈمی مرکزی جامع مسجد (پوسٹ بکس ۳۳۱) گوجرانوالہ

فون و فیکس ۲۱۹۲۴۳ - ۰۴۳۱ ای میل: afayaz paknet1.ptc.pk

اکاؤنٹ نمبر بنام "الشریعہ" ۱۳۶۰، حبیب بینک لمیٹڈ، بازار تھانے والا گوجرانوالہ

REGD. L. NO. 8736

Third-Monthly
AL-SHARIA
Gujranwala, Pakistan.

E-Mail afayaz@paknet1.ptc.pk

انتخابی اور گروہی سیاست سے الگ تھلگ رہتے ہوئے
ہر طبقہ، مکتب فکر اور جماعت کے اصحاب فکر کے تعاون سے

نفاذ شریعت کی عوامی جدوجہد

منظم کرنے اور اس کے لیے علماء کرام، اساتذہ، وکلاء، طلبہ، صحافیوں اور دینی کارکنوں کو علمی، فکری اور عملی طور پر تیار کرنے کے لیے

پاکستان شریعت کونسل

کی تشکیل و تنظیم کا کام ملک بھر میں ہر سطح پر جاری ہے۔

کسی بھی دینی وسیاسی جماعت کے ارکان پاکستان شریعت کونسل میں شامل ہوسکتے ہیں البتہ کونسل کے کسی بھی سطح کے امیر اور سیکرٹری جنرل کسی دوسری جماعت کے عہدہ دار نہیں ہوں گے۔

دستور کی کاپی اور فارم رکنیت حاصل کرنے کے لیے
مرکزی ناظم انتخابات مولانا عبد الرشید انصاری
خطیب جامع مسجد عائشہ سیکٹر B/11 نارتھ کراچی

سے رابطہ قائم کریں یا اپنا نام، ولدیت، شناختی کارڈ نمبر، تعلیم، پیشہ اور دل چسپی کے شعبے کے بارے میں معلومات تحریری طور پر ارسال کریں۔ آپ کو فارم رکنیت بھجوا دیا جائے گا۔

مولانا فداء الرحمن درخواستی (امیر)
ابو عمار زاہد الراشدی (سیکرٹری جنرل)

پاکستان شریعت کونسل

1- جامعہ انوار القرآن آدم ٹاؤن C-1-11 نارتھ کراچی
2- مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ۔ فون و فیکس ۲۱۹۹۹۳ ـ ۰۴۳۱